احکامِ عاشوراء

(اُردو ترجمہ)

قربان الشہادۃ

حضرت سیّدالشہداءؑ کی زندگی اور آپؑ کی تحریک پر عائد سوالات کے جوابات

جواب دہندہ

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السیّد محمد صادق روحانی دامت برکاتہ

مترجم

علّامہ محمد حسن جعفری

پرنٹ لائن

ضابطہ:

کتاب: احکام عاشوراء

جواب دہندہ: آیۃ اللہ العظمی السید محمد صادق روحانی

مترجم: علامہ محمد حسن جعفری

ناشر: زیارت ڈاٹ کام

سال: 2018

قیمت:

Ziaraat.com
Online Library

Hydrabad Sindh
Phone: 03333589401
email: webmaster@ziaraat.com FB:
facebook.com/ZiaraatDotCom

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد رب العالمین الصلواۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین واھل بیتہ الطاھرین المعصومین المظلومین۔ اللّٰھم صَلِّ علی الحسین وعلی علی بن الحسین وعلیٰ اولاد الحسین وعلیٰ اصحاب الحسین الذین بذلوا مھیھم دون الحسینؑ

قارئین کرام!

زیرِنظر کتاب ایسے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو کہ وقتاً فوقتاً حضرت آیت اللہ العظمٰی سیّد محمد صادق روحانی سے پوچھے گئے تھے اور ان سوالات کا تعلق حضرت سیّدالشہداءؑ کی ذاتِ گرامی قدر اور ان کی تحریک سے ہے۔ حضرت آیت اللہ نے تمام سوالات کے احسن طریقہ سے جوابات دیئے ہیں اور وہ تمام جوابات آپ کی کتاب ''اجوبۃ السائل'' میں موجود ہیں۔ ہم نے مذکورہ کتاب سے ان سوالات و جوابات کو جمع کر کے اس رسالہ کی شکل میں مُدوِّن کیا ہے۔

ہم نے رسالہ ہٰذا کو پانچ فصول میں تقسیم کیا ہے تا کہ قارئین کے لیے افہام و تفہیم میں آسانی رہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں حضرت سیّدالشہداءؑ کے مددگاروں میں

شامل فرمائے اور اللہ تعالیٰ جملہ علمائے مذہبِ اہلِ بیتؑ بالخصوص حضرت آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد صادق روحانی کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور مومنین جہان کو ان کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

مکتب المرجع الروحانی (دام ظلہ)

آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد صادق الحسینی الروحانی

(مختصر تعارف)

پیدائش

پانچ ماہ محرم الحرام 1345ھ کو آپ نے قُم کے ایک علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔

تعلیم و تربیت

جب آپ کی عمر چار برس کی ہوئی تو آپ کے بزرگوں نے محسوس کیا کہ ان کا بچہ غیر معمولی ذہین و فطین ہے۔ پھر آپ کی پڑھائی کا آغاز کیا گیا۔ جب آپ کی عمر دس برس کی ہوئی تو آپ صرف، نحو، منطق، بلاغت اور علام الکلام جیسے حوزوی علوم حاصل کر چکے تھے۔

گیارہ برس کی عمر میں مزید اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے نجف اشرف آئے اور گیارہ برس کی عمر ہی میں شیخ انصاری کی کتاب المکاسب کے درس میں داخل ہو گئے اور کم عمری ہی میں دروس خارج میں شرکت کرنے لگے تھے۔

ہمارے قارئین جانتے ہیں کہ دروس خارج ہی منزلِ اجتہاد تک رسائی کا زینہ ہیں۔

جب علمائے نجف اشرف نے گیارہ برس کے نوخیز لڑکے کو ''مکاسب'' کا سبق پڑھتے ہوئے پایا تو ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور تعجب سے یہ کہنے لگے کہ

جس کتاب کو کبیرالسن افراد مشکل سے سمجھتے ہیں اس کتاب کو گیارہ برس کا ایک بچہ نہ صرف پڑھتا ہے بلکہ دوسرے طلباء سے زیادہ بہتر انداز میں سمجھتا بھی ہے!!

حد یہ ہے کہ مرجع اعظم حضرت خوئی (رضوان اللہ علیہ) نے کچھ مراجع سے یہ کہا تھا:

''میں اس حوزہ علمیہ پر فخر کرتا ہوں جہاں گیارہ برس کا نوخیز لڑکا درس خارج میں تعلیم حاصل کرتا ہے اور سن رسیّدہ علماء وطلباء سے بھی بہتر انداز میں دروس کو سمجھتا ہے''۔

سیّد روحانی کی نوخیزی میں دروس خارجہ میں شرکت تمام علماء وطلباء کے لیے باعث تعجب تھی جس کا اظہار علماء ومراجع اپنی محافل میں بھی کیا کرتے تھے۔

آپ کے شیوخ واساتذہ

آپ نے نجف اشرف کے مشاہیر علماء سے اُصول وفقہ میں کسب فیض کیا تھا۔ ذیل میں ہم چند شیوخ کے اسمائے گرامی نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

۱. حضرت آیت اللہ العظمیٰ ابوالقاسم الخوئی۔ قدس سرہ
۲. حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالحسن اصفہانی۔ قدس سرہ
۳. حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد حسین اصفہانی المعروف ''کمپانی'' قدس سرہ
۴. حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ کاظم شیرازی۔ قدس سرہ
۵. حضرت آیت اللہ العظمیٰ شیخ محمد علی الکاظمی۔ قدس سرہ

آیت اللہ خوئی سے خصوصی استفادہ

ویسے تو آپ نے اپنے دور کے مشاہیر سے دل کھول کر استفادہ کیا تھا لیکن

حضرت آیت اللہ خوئی کے حزمن علم سے آپ نے بہت زیادہ خوشہ چینی کی تھی۔

آپ نے پورے پندرہ برس تک مرجع جہان تشیع حضرت خوئی سے کسب نور کیا تھا۔

آپ اپنے آپ کو اپنے تمام اساتذہ کی شفقتوں کا مقروض قرار دیتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ میری تعلیم و تربیت میں جہاں باقی مشاہیر علماء کا حصّہ ہے تو وہاں حضرت خوئی کا اس میں اہم کردار ہے۔

زمانۂ طالبِ علمی

حضرت سیّد روحانی کو کتب بینی کا اتنا شغف تھا کہ طالب علمی کے زمانہ میں کتابیں ہی آپ کا اوڑھنا اور بچھونا ہوا کرتی تھیں۔ آپ روزانہ سولہ سولہ گھنٹے مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ آپ کے تمام احباب اور اساتذہ آپ پر زور دیتے تھے کہ اتنی دیر تک مطالعہ نہ کریں۔

آپ کے شفیق استاد حضرت آیت اللہ خوئی نے بھی آپ کو اتنی زیادہ محنت سے منع کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اتنی دیر تک مت پڑھیں، اس سے جسم کو نقصان پہنچتا ہے۔

قُم واپسی

جب آپ حوزۂ علمیہ نجفِ اشرف سے علمی تشنگی بجھا چکے تو بزم علماء میں آپ کی علمیت و فقاہت کا چرچا جا بجا ہونے لگا۔

اس وقت آپ نے مناسب سمجھا کہ اپنے وطن مالوف جا کر دینی خدمات سرانجام دینی چاہئیں اور قُم میں رہ کر دینی علوم و معارف کی تعلیم دینی چاہیے۔ چنانچہ باب مدینۃ العلم کی دہلیز سے اجتہاد کی ڈگری لے کر آپ وطن واپس آئے۔

1369ھ میں آپ قُم واپس تشریف لائے اور یہاں آ کر فقہ و اصول کا درس خارج دینا شروع کر دیا۔

قُم میں تدریس

۱ آپ نے قُم پہنچ کر علم و ادب کی آبیاری شروع کر دی۔ آپ نے خارج اصول کے پانچ دورے مکمل کیے ہیں جب کہ ہر دورہ کئی سالوں کی علمی تحقیق و تدقیق پر مبنی تھا۔

۲ فقہ کے درس خارج کے لیے کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ جب سے قُم میں وارد ہوئے تھے تب سے فقہ کا درس خارج دینے میں مصروف رہے۔

آیت اللہ سیّد روحانی کی تالیفات

آپ کی تالیفات حسبِ ذیل ہیں:

- زبدۃ الاصول: یہ کتاب عربی زبان میں چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں تمام اصولی مباحث موجود ہیں۔
- فقہ الصادق: یہ کتاب عربی زبان میں اکتالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ کتاب فقہ کے درس خارج کے لیے علماء کو رہنمائی فراہم کرتی ہے اور اس کتاب کو فقہی دنیا میں وہی اہمیت حاصل ہے جیسے شیخ محمد حسن نجفی کی کتاب ''جواہر الکلام'' کو حاصل ہے۔ جبکہ کچھ بزرگ علماء اس کتاب کو ''جواہر الکلام'' پر بھی ترجیح دیتے ہیں۔
- مناسک الحج (بزبان عربی)

- الاجتھاد والتقلید
- القواعد الثلاثہ
- رسالہ فی فروع العلم الاجمالی
- جدید مسائل
- سید ابوالحسن اصفہانی کی کتاب ''وسیلۃ النجاۃ'' پر تعلیقہ
- العروۃ الوثقیٰ پر تعلیقہ
- توضیح المسائل (بزبان فارسی)
- سید خوئی (رضوان اللہ علیہ) کی کتاب منہاج الصالحین پر تعلیقہ
- منہاج الصالحین: یہ ایک کامل علمیہ ہے۔ اس کے تین اجزاء ہیں۔ اس کی شروح وتعلیقات 10066 حواشی پر مشتمل ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن 1428ھ میں منظر عام پر آیا۔
- جدید مسائل کی تلخیص (بزبان فارسی واردو)
- منتخب توضیح المسائل: اس میں انتہائی ضروری مسائل بیان کیے گئے ہیں۔
- منتخب الاحکام (بزبان عربی)
- مختصر الاحکام (بزبان فارسی)
- منہاج الفقاہہ: یہ شیخ انصاری کی کتاب المکاسب کی شرح وتعلیق ہے اور یہ چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ (اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں)۔
- رسالۃ فی اللباس المشکوک
- رسالۃ فی القرعۃ
- رسالۃ فی قاعدۃ ''لاضرر''

- جبر و اختیار: اس کے پہلے تین ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔ پھر 1425ھ میں انتہائی دیدہ زیب انداز میں اس کا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔
- تحقیق فس مسئلۃ الجبر والاختیار (بزبان فارسی)
- الحکومۃ الاسلامیۃ
- اللقاء الخاص: یہ کتاب انٹرنیٹ پر پوچھے گئے مسائل کا مجموعہ ہے۔
- سلسلۃ فتاویٰ واستغنا آت (تقلید۔عقائد۔طہارت)
- اجوبۃ المسائل (فی الفکر والعقیدۃ والاخلاق)
- سیّدہ زہرا علیہا السلام بین الفضائل والظلامات

مراجع کرام کی نظر میں آپ کی کتابوں کی اہمیت

آپ کی کتابوں کو مراجع کی نظر میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ حد یہ ہے کہ آیت اللہ العظمیٰ بروجردی نے دو بار آپ کی کتاب فقہ الصادق کو منبر پر دکھایا اور اس کے کچھ مطالب بھی علماء کو پڑھ کر سنائے تھے۔

آیت اللہ العظمیٰ السید ابوالقاسم الخوئی نے آپ کے نام ایک خط میں یہ الفاظ تحریر فرمائے:

> ''مَیں نے آپ کی کتاب فقہ الصادق کو ذاتی طور پر آیت اللہ کاشف الغطاء کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے یہ کہا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مَیں نے عالم اسلام کی فقہ کی کتنی بڑی خدمت کی ہے کیونکہ اس کتاب کے مؤلف کی مَیں نے ہی تربیت کی ہے''۔

مذکورہ بالا مراجع کرام کے علاوہ باقی تمام علماء و مراجع آپ کی کتابوں کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں اور ان کی تعریف میں رطب اللسان دکھائی دیتے ہیں۔

عالمِ اسلام کے مسائل کے حل کے لیے آپ کی جدوجہد

آپ نے عالمِ اسلام کے اتحاد کے لیے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں اور آپ نے عالم اسلام کی بدبختی دُور کرنے کی ہر ممکن جدوجہد کی جبکہ اس مقصد کے لیے آپ نے حسبِ ذیل شخصیات کو طویل خطوط ارسال کیے۔

- مصر کی جامعہ ازہر کے شیخ
- رابطہ عالم اسلامی۔ مکہ مکرمہ
- مصری سربراہ
- شاہ فیصل۔ سعودیہ
- عالم اسلام کے تمام مشہور فقہاء اور سربراہ

انقلابِ اسلامی کی جدوجہد

نظام شاہی کے خاتمہ کی تحریک میں آپ کی جدوجہد

۱. سیّد روحانی فدائیان اسلام کے مربی ہیں۔ جس دور میں نواب صفوی مرحوم نظام شاہی کے خاتمہ کے لیے جدوجہد میں مصروف تھے تو وہ آیت اللہ العظمیٰ السیّد روحانی سے قدم قدم پر مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ آپ کے مشوروں پر ہی عمل کرتے تھے۔

۲. اسلامی جمہوری انقلابِ ایران کی کامیابی میں آپ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ آپ نے پہلوی حکومت کے زوال کے لیے مسلسل فتاویٰ جاری کیے تھے اور یہ سلسلہ طاغوتی حکومت کے اختتام تک جاری رہا۔

﴿۳﴾ پہلوی حکومت نے آپ کو کئی بار قید کیا اور مسلسل ایک جگہ سے دوسری جگہ جلاوطن کیا۔ آپ نے تمام تکالیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن آپ کے آہنی عزم میں تزلزل پیدا نہ ہوا۔

عصر حاضر میں آپ کی مصروفیات

اس وقت آپ اپنے گھر کے قریب حسینیہ امام صادق علیہ السلام میں فقہ و اصول کا درس دینے میں مصروف رہتے ہیں اور علوم اہلِ بیتؑ کے تشنگان کی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔

حضرت آیت اللہ سیّد روحانی کی زندگی کی مکمل معلومات کے لیے انٹرنیٹ کی طرف رجوع فرمائیں۔ جہاں آپ کی تالیفات اور دروس موجود ہیں اور آپ کے جملہ فتاویٰ بھی موجود ہیں۔

انٹرنیٹ میں آپ کا ایڈریس حسبِ ذیل ہے:

www.imamrohani.com

والسلام

محمد حسن جعفری ﴿۱﴾

﴿۱﴾ مترجم کا تمام جوابات سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

استقبالِ محرم پر آپ کا تاریخی خطاب

ماہِ محرم کی مناسبت سے آیت اللہ العظمیٰ سیّد محمد صادق روحانی کا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرمانِ خداوندی ہے:

وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (سورۂ ابراہیم:۵)

''اور انھیں ایامِ خدا یاد دلاؤ۔ یقیناً ان میں ہر صبر و شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں''۔

چند دن بعد عالمِ تشیع ایک عظیم دن کا استقبال کرے گا اور یہ وہ دن ہے جس کے متعلق امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا:

لا یوم کیومك یا ابا عبد اللہ

''ابوعبداللہؑ! آپؑ کی مصیبت بھرے دن جیسا اور کوئی مصیبت بھرا دن نہیں ہے''۔

امام سلطان حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے اسی دن کے متعلق یہ فرمایا تھا:

ان یوم الحسینؑ اقرح جفوننا واسبل وقوعنا واذل عزیزنا واورثنا الکرب والبلاء الی یوم الانقضاء

''حسینؑ کے دن (عاشورا) نے ہماری آنکھوں کو زخمی کیا اور ہمارے آنسو جاری کیے اور ہمارے معزز افراد کو کمزور کیا اور روزِ قیامت تک ہمیں درد والم کا وارث بنایا ہے''۔

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے جس پردرد دن کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے عاشور کا دن مراد ہے جو شہادت اور خون کا دن ہے۔ اس دن کے متعلق کچھ لوگوں کی توجیہات اوران کے خودساختہ نعرے ہمارے دکھوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ اگر خودساختہ نعرے بلند کرنے والوں کا تعلق کسی دوسرے مذہب سے ہوتا تو معاملہ آسان تھا لیکن دردناک پہلو یہ ہے کہ یہ لوگ تشیع کے لباس میں ملبوس ہیں اور تشیع کا لباس پہن کر شیعیت کی پشت میں خنجر گھونپ رہے ہیں۔ یہ لوگ رنگ جادہ میں ملبوس ہو کر رحیل شب کو کاٹ رہے ہیں اور مسافرین عشق کا لہو چاٹنے میں مصروف ہیں اور شیعی عقائد میں اپنے زہریلے افکار کو گھول رہے ہیں۔

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ آخران لوگوں کو حسینیؑ شعائر سے چڑ کس بات پر ہے؟

کیا انھیں اس بات کا دُکھ کھائے جا رہا ہے کہ ان شعائر سے مومنین کی اخلاقی اقدار اور دینی مبادیات کیوں مضبوط ہوتی ہیں اور ان شعارات کی وجہ سے لوگوں میں طاغوت سے نفرت اور راہ حق کے قیام کے جذبات کیوں بیدار ہو رہے ہیں؟

یا پھر انھیں اس بات کا غصہ ہے کہ حسینیؑ شعارات اعدائے خداوندی کے دلوں میں خوف وحزن کیوں پیدا کر رہے ہیں؟

مجھے ان لوگوں کی روش پر سخت تعجب ہے جو زبان سے تو اپنے آپ کو امام حُسینؑ سے منسوب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ وہ شعائر حسینیہؑ سے مربوط ہیں، پھر

اس کے باوجود انھیں ایسے شعائر سے نفرت کیوں ہے جن سے یزید بن معاویہ کی رسوائی میں اضافہ ہوتا ہے؟

کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ لوگ کچھ ''خفیہ ہاتھوں'' کے آلہ کار بن کر ان لوگوں کے اہداف کی تکمیل کے خواہش مند ہیں؟

ان تمام حقائق کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں اس عظیم مصیبت کی یادگار کو اپنے لیے غنیمت سمجھتا ہوں اور میں اپنے آقا و مولاؑ حضرت صاحب العصرؑ، سلطانِ زمانؑ، قائم آلِ محمدؑ اور ان کے مخلص شیعوں کے حضور تعزیت پیش کرتا ہوں اور اس مناسبت کے تحت اپنے تمام مومن بھائیوں، بہنوں، بیٹوں اور بیٹیوں تک یہ تین پیغامات پہنچانا چاہتا ہوں۔

تمام ایمانی بھائیوں اور بہنوں اور بیٹوں اور بیٹیوں کے نام پہلا پیغام یہ ہے کہ وہ ان مشکل لمحات میں اس دردناک واقعہ کو زندہ رکھنے کی بھرپور کوشش کریں اور اس کے لیے مجالسِ عزاء کے اجتماعات منعقد کریں اور اس سے مربوط الٰہی شعائر کو قائم کریں اور اس نیک مقصد کے لیے جتنی بھی دولت ممکن ہو خرچ کریں۔ اس سے مخصوص مقاصد رکھنے والوں کی حوصلہ شکنی ہو گی اور شکوک و شبہات پیدا کرنے والوں کے مقاصد خاک میں مل سکیں گے۔ اسی بات کی وصیت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے شیعوں کو کی تھی اور فرمایا تھا:

> ''تمہارے اس اجتماع اور گفتگو سے ہمارے امر امامت کا احیاء ہوتا ہے۔ ہمارے بعد تمام لوگوں میں سے افضل انسان وہ ہے جو ہمارے امر کی یاد دہانی کرائے اور ہمارے ذکر کی دعوت دے''۔

یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ ایک حدیث میں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں:

فان فی اجتماعکم ومذاکرتکم احیاءنا

''تمہارے اجتماع اور گفتگو سے ہمارا احیاء ہوتا ہے''۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ اتنا بڑا مقام ہے جس کی وضاحت قلم سے بیان کرنا ناممکن ہے۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مجالس و محافل کا اجتماع انتہائی قدرو قیمت کا حامل ہے۔ انٹرنیٹ کی گفتگو ان مجالس عزاء کی قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

جبکہ چند غافل افراد یہ چاہتے ہیں کہ اس طرح کی مروجہ مجالس کی اب چنداں ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بجائے کربلا کے متعلق نیٹ کے ایک دو پروگرام ہی کافی ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو شاید یہ علم نہیں ہے کہ ہماری مروجہ مجالس و ماتم ظلم وستم کے مقابلہ مس انسانیت کا منظم احتجاج ہے اور ظالموں کے منہ پر طمانچہ ہے اور اس میں اتنا زیادہ اثر ہے کہ اس سے عالمی استکبار کی بنیادیں متزلزل ہو جاتی ہیں اور اس سے اعلیٰ الٰہی و انسانی اقدار کو استحکام ملتا ہے۔

میرا دوسرا پیغام اپنے اُن ایمانی فرزندوں اور بیٹیوں کے نام ہے جو مجالسِ ذکر و ماتم قائم کرتے ہیں۔ میں اپنے اس پیغام کے ذریعہ سے ایسے بانیانِ مجالس سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس عظیم جہادی عمل کو جاری رکھیں۔

یاد رکھیں کہ مجالس ومحافل کا انعقاد عصرِ حاضر میں افضل ترین جہادی عمل ہے۔

یہ مجالس امر اہلِ بیتؑ کے زندہ کرنے کا ذریعہ ہیں اور قابلِ تبریک ہیں۔

وہ انسان جو اس مقصد کے لیے اپنی دولت اور وقت صرف کرتے ہیں۔

یاد رکھیں! کفر اور ابلیسی قوتوں کو شکست دینے کے لیے مجالسِ عزاء کا کردار انتہائی اہم ہے۔ لہٰذا ان مجالس کو شایانِ شان طریقہ سے قائم رکھیں اور جو لوگ انھیں مٹانا چاہتے ہیں ان کی باتوں پر ہرگز توجہ نہ کریں۔

میں اللہ تعالیٰ سے آپ حضرات کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ تمہاری دست گیری کرے اور تمہاری مدد کرے اور تمہاری جدو جہد میں برکت پیدا فرمائے۔

میرا تیسرا پیغام اپنے اُن بیٹوں اور بیٹیوں کے نام ہے جو منبر حسینیؑ کے خطیب ہیں۔

میں تمام حسینیؑ خطباء سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے معارف اور احکامِ شرعیہ کو بیان کرنے کے لیے بھرپور محنت اور لگن سے کام لیں۔ اُن کا فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کے اذہان میں دینی عقائد کو پختہ کریں اور قرآن وسنت کے محکم دلائل اور عقلی براہین سے انحرافی شبہات کو دُور کریں اور اس طرح سے مومنین کے عقائد کو راسخ کریں اور منبر کی عظمت اور اس کی افادیت کو اُجاگر کریں۔

آپ حضرات کو چاہیے کہ مفاد پرست لوگوں کے جال میں نہ پھنسیں کیونکہ وہ لوگ منبر حسینؑ کی قوت کو کم کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے ساتھ میں نوحہ لکھنے والے شعراء اور مرثیہ خوانی کرنے والے دوستوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ لہو ولعب میں استعمال ہونے والے الحان (سُروں) سے پرہیز کریں۔

مجھے یہ بات افسوس سے کہنا پڑتی ہے کہ آج ہمارے ماتمی جلوسوں میں موسیقی کی دھنیں رائج ہو چکی ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ سیّدالشہداء امام حُسین علیہ السلام کے منبر کو ہر طرح کی خرافات سے پاک رکھے کیونکہ منبر و مجالس ہی تشیع کی آواز ہیں اور ہماری ترجمان ہیں۔

آخر میں مَیں تمام جہان کے شیعوں کو یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ وہ اِن عظیم خدائی محافل و مجالس کا شایان شان طریقہ سے اہتمام کریں۔

میں جملہ مومنین کے لیے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیشہ تائید الٰہی سے مؤیّد رہیں اور انھیں خدائی لطف حاصل ہو اور امام زمانہؑ (عج) کی تائیدات سے ہمیشہ بہرہ مند رہیں۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

محمد صادق الحسینی الروحانی

فصل اوّل

امام حُسین علیہ السلام کی تاریخ
اور ان کے مقامات کے متعلق سوال و جواب

ارینب بنت اسحاق سے امام حُسینؑ کی شادی کی داستان

سوال: ارینب بنت اسحاق کے ساتھ امام حُسینؑ کی شادی کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مذکورہ قصہ کو ابن قتیبہ نے ''الامامۃ والسیاسۃ'' میں اور دیگر مؤرخین نے بھی اس واقعہ کونقل کیا ہے۔ اگر یہ داستان بالفرض صحیح ہے تو اس سے امام علیہ السلام کے کردار کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور بنی اُمیہ کی خباثت کا اظہار ہوتا ہے۔ جبکہ روایات معتبرہ میں اس داستان کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اور مصادر امامیہ میں یہ روایت کہیں بھی دکھائی نہیں دیتی۔

امام حُسین علیہ السلام کے آزاد کردہ فرشتہ فطرس کے واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

سوال: فطرس فرشتہ کی روایت کی کیا حقیقت ہے۔ سوال یہ ہے کہ ملائکہ کی عصمت مسلّم ہے، اس کے باوجود اس روایت کو کیسے تسلیم کیا جائے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک مؤثق روایت میں بیان ہوا ہے کہ ''فطرس کا تعلق حاملین عرش سے تھا۔ اُسے کسی کام کے لیے بھیجا گیا اور اس نے تعمیل میں تاخیر کی تو قدرت کی طرف سے اس کے پر توڑ دیئے گئے تھے''

یہ بات واضح ہے کہ تاخیر معصیت نہیں ہے البتہ یہ ترکِ اولیٰ ضرور ہے اور پروں کا ٹوٹ جانا، اس کے لیے عذاب اور سزا نہ تھا بلکہ یہ اس کے فعل کا اثر وضعی تھا۔

امام حُسینؑ کا کھیل کود سے پاک ہونا

سوال: تاریخ میں وارد ہے کہ کچھ معصومین بچپن میں کھیلا کرتے تھے اور امام حسنؑ و حسینؑ کے متعلق بھی کھیل کود کی روایات دکھائی دیتی ہیں اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ دونوں شاہ زادےؑ پشت پیغمبرؐ پر کھیلا کرتے تھے۔کیا ان کا کھیلنا مقام عصمت کے خلاف نہیں ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جن روایات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، یہ بلحاظ سند و دلالت مشکوک ہیں۔ معصومؑ کبھی بھی ایسا کام نہیں کرتا جو اس کے علم اور قوت عاقلہ کے کمال کے خلاف ہو اگرچہ وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

معصومؑ اپنے بچپن میں بھی انہی کمالات وجودیہ اور صفات جمالیہ و جلالیہ سے متصف ہوتا ہے جن سے وہ اپنی جوانی اور کبرسنی میں متصف ہوتا ہے۔

امام حُسین علیہ السلام اور آیتِ نُور

فرمان خداوندی ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّیٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ (سورہ نور: آیت ۳۵)

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے گویا ایک طاق ہے اس میں چراغ رکھا ہوا ہے۔ چراغ شیشے کے فانوس میں ہے۔ فانوس گویا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو کہ زیتون کے بابرکت درخت سے روشن کیا گیا ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ اس کا تیل روشنی دیتا ہے خواہ اسے آگ نہ چھوئے۔ یہ نور بالائے نور ہے اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی راہ دکھاتا ہے اس طرح سے اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھتا ہے''۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کیا ہے اور کیا یہ آیت اہلِ بیتؑ سے مخصوص ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جی ہاں، بہت سی روایات میں بیان ہوا ہے کہ یہ آیت نُور شانِ اہلِ بیتؑ میں نازل ہوئی ہے۔

مشکات (طاق) حضرت صدیقہ کبریٰ سلام اللہ علیہا ہیں

''طاق'' مجمع نور ہوتا ہے۔ اس طرح سے حضرت خاتونِؑ جنت بھی نور نبوتؐ و امامت کے جمع ہونے کا مقام ہیں۔ مصباح (چراغ) امیرالمومنینؑ ہیں۔ مشکوٰۃ کا نُور مصباح کے ذریعہ سے ہی روشن ہوتا ہے۔ اس طرح سے حضرت صدیقہ کبریٰؑ کا نُور اس وقت چمکا جب ولایت علیؑ کا نُور اس سے پیوستہ ہوا۔ اس کا شیشہ حسنین کریمینؑ ہیں اور امیرالمومنینؑ کے نُورِ مبارک کو ان دو شخصیات میں محفوظ کیا گیا ہے۔

شجرۂ مبارکہ جناب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے اور یہ شجرہ زیتونہ ہے۔ یہ شجر باقی اشجار کی نسبت زیادہ روشنی دیتا ہے اور اس کی شان یہ بیان کی

گئی ہے کہ یہ نہ تو شرقی ہے اور نہ ہی غربی ہے۔

یعنی اس کا تعلق جہانِ رنگ و بُو سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق نُورِ خداوندی سے ہے۔

کیا امام حُسینؑ ''ذبحِ عظیم'' کے مصداق ہیں؟

سوال: ارشاد خداوندی ہے:

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (سورۂ صافات: آیت ۱۰۷)

''ہم نے ذبحِ عظیم کی صورت میں اس کا فدیہ دیا''

سوال یہ ہے کہ ''ذبحِ عظیم'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

آیت کے دو معانی ہیں۔ ایک ظاہری معنیٰ ہے اور ایک باطنی معنیٰ ہے۔ ظاہری اعتبار سے ''ذبحِ عظیم'' سے مراد وہ دنبہ ہے جسے حضرت جبریلؑ خدا کی طرف سے لائے تھے تاکہ اسماعیلؑ کا فدیہ ہو سکے۔

''دنبہ'' کو لفظ ''عظیم'' سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے آیا تھا۔

''ذبحِ عظیم'' کا باطنی مفہوم یہ ہے کہ اس سے حضرت سیّدالشہداء علیہ السلام مراد ہیں۔ عالمِ ذر میں انبیاء و آئمہؑ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک باپ اپنے فرزند کو ذبح کر رہا ہے، اگر یہ ذبح ہو گیا تو نورِ محمدیؐ دنیا میں نہیں آ سکے گا۔ لہٰذا تم میں سے کون ہے جو اپنی جان دے کر اسے بچا لے؟''

اس وقت سیّدالشہداءؑ نے اپنی قربانی کی پیش کش کی تھی۔ امام حُسین علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ نہیں بنے تھے بلکہ آپؑ اپنے جدِّ نامدار حضرت رسولِ خدا

کے لیے فدیہ بنے تھے اور آپؑ نے اپنی قربانی پیش کر کے رسولِ خدا، امیر المومنینؑ، حضرت سیّدہؑ اور امام حسن علیہم السلام کو بچایا تھا۔

(اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر۔ معنی ذبحِ عظیم آمد پسر۔ علاّمہ اقبال اضافۃ من الترجم)

آیتِ قربیٰ اور امام حُسین علیہ السلام

سوال: فرمان خداوندی ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط

''آپؐ کہہ دیں کہ میں تم سے اس کی اُجرت طلب نہیں کرتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے مودت رکھو''۔ (سورۂ شوریٰ: آیت ۲۳)

یہ آیتِ مجیدہ ''لا'' اور ''اِلَّا'' کے استثناء کے ساتھ ''لا الہ الا اللہ'' کی طرح کیوں نازل ہوئی؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اُصولِ بلاغت یہ ہے کہ جب ''لا'' نفی کے بعد ''الا'' حرف استثناء آ جائے تو اس سے کامل حصر پیدا ہو جاتی ہے اور ویسے بھی ''لا'' اور ''الا'' سے دین کا آغاز ہوتا ہے۔ مثلاً ''لا الہ الا اللہ''

اور ''لا'' اور ''اِلَّا'' ہی کے ذریعہ سے اجر رسالتؐ طلب کیا گیا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط

اور ''لا'' اور ''اِلَّا'' کے ذریعہ سے ہی محافظ دین اور اس کے ہتھیار کا تعارف کرایا گیا ہے۔

لا فتیٰ اِلّا علی، لا سیف الا ذوالفقار

آیتِ مودت میں ”حصر“ اس لیے پیدا کیا گیا ہے کہ لوگوں کو یہ بتایا جا سکے کہ مودتِ آلِ محمدؐ کے علاوہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے جو اَجر رسالتؐ قرار پا سکے۔ علمائے عامہ و خاصہ نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسولِ اکرمؐ سے پوچھا گیا: آپؐ کے قرابت دار کون ہیں جن کی مودت ہم پر فرض کی گئی ہے؟

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”وہ فاطمہؑ، علیؑ اور ان کے فرزند ہیں“۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو حکم دیا کہ وہ مودت فی القربیٰ کے علاوہ اور کوئی اُجرت قبول نہ کریں۔

امام شافعی نے کہا تھا:

یَا اَھْلَ بَیْتِ رَسُوْلِ اللہِ حُبُّکُمْ فَرْضٌ مِّنَ اللہِ فِی الْقُرْاٰنِ اَنْزَلَہٗ کَفَاکُمْ مِنْ عَظِیْمِ الْفَضْلِ اَنَّکُمْ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْکُمْ لَا صَلَاۃَ لَہٗ

”اے اہلِ بیت رسولؐ! تمہاری محبت خدا کی طرف سے فرض ہے جسے اس نے قرآن میں نازل کیا ہے۔ تمہاری عظیم فضیلت و منزلت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جو آپؐ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہے“۔ (اضافۃ من المترجم)

آیتِ مباہلہ اور امام حُسین علیہ السلام

سوال: فرمانِ خداوندی ہے:

فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَ نَا وَ اَبْنَآءَ كُمْ وَ نِسَآءَ نَا وَ

نِسَآءَ کُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ (سورۂ آل عمران: آیت ۶۱)

''اس کے لیے علم آنے کے بعد جو آپؐ سے مباحثہ کرے تو آپؐ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی بیٹیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں''۔

سوال یہ ہے کہ یہاں ''ابناء'' کے ساتھ ''نا'' ہے۔ اور ''نساء'' کے ساتھ بھی ''نا'' ہے اور ''انفس'' کے ساتھ بھی ''نا'' ہے۔ تینوں اضافتیں جمع متکلم'' کی طرف ہیں۔ یہاں واحد متکلم کی ضمیر ''ی'' کیوں نہیں آئی اور ''ابنائی' نسائی' انفسی'' کیوں نہیں ہے؟

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ عربی زبان بڑی وسیع ہے یہاں واحد، تثنیہ اور جمع کے لیے علیحدہ ضمائر موجود ہیں۔

''وابناء نا'' سے امام حسن و حسین علیہم السلام مراد ہیں۔ دو بچے تثنیہ ہیں۔ انھیں جمع سے کیوں تعبیر کیا گیا۔ ''نساء نا'' سے حضرت سیّدہؑ مراد ہیں تو صیغہ جمع کی کیا ضرورت تھی؟ اور ''انفسنا'' سے حضرت علیؑ مراد ہیں تو یہاں جمع کی بجائے لفظ ''نفسی'' استعمال کیوں نہ ہوا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قرآنِ کریم کے بہت سے مقامات پر واحد کے لیے صیغہ جمع بطور تعظیم استعمال ہوا ہے۔ مثلاً اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ میں جمع کا صیغہ ہے۔ اور ''اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰہُ'' میں بھی جمع کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں جبکہ اللہ واحد لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں

ہے۔ پھر بھی اس کے لیے صیغہ جمع استعمال ہوا ہے۔

اللہ چاہتا تھا کہ جو صادق افراد مباہلہ میں جائیں ان کی عظمت کو صیغہ جمع سے بیان کیا جائے تاکہ سننے والوں کو معلوم ہو جائے کہ مباہلہ کے گواہ عام نہیں ہیں بلکہ یہ خاصان خدا ہیں اور یہ اتنی عظمت والے ہیں کہ خدا نے انھیں صیغہ جمع سے یاد کیا ہے۔

حسنین کریمینؑ میں سے افضل کون ہے؟

سوال: امام حسنؑ اور امام حُسین علیہما السلام ان دونوں بھائیوں میں سے افضل کون ہے اور مفضول کون ہے؟ یا دونوں فضیلت میں برابر ہیں؟

مَیں نے ایک عالم دین کی کتاب میں پڑھا ہے کہ امام حسنؑ مجتبیٰ افضل ہیں اور اس کے کچھ دلائل ہیں۔

۱- کتاب کمال الدین صفحہ 416 میں شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے ہشام بن سالم سے یہ روایت کی ہے کہ مَیں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: امام حسنؑ افضل ہیں یا امام حُسینؑ افضل ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: امام حسنؑ افضل ہیں۔

۲- امام حسنؑ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امام تھے اور آپؑ امام حُسین علیہ السلام کے بھی امام تھے۔ اور اصول یہ ہے کہ امامؑ اپنے دور کے تمام افراد سے افضل ہوتا ہے۔

۳- دونوں بھائی فضیلت میں مساوی نہیں ہو سکتے کیونکہ ترجیح بلا مرجح قبیح ہے۔ آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اصل میں اس فیصلہ کی غلطی کی بنیاد یہ ہے کہ امام حُسینؑ کو امام حسنؑ کا ماموم

سمجھ کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ دونوں اماموں کا موازنہ ہر ایک کے دورِ امامت کے تناظر میں کیا جائے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں بھائی امام ہیں خواہ وہ جنگ کریں یا مصالحت کر کے گھر میں بیٹھ جائیں۔

اس طرح کوئی ایک دوسرے سے افضل متصور نہیں ہوگا۔ امام حُسینؑ کی قربانی بقائے اسلام کا سبب ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے اگر امام حسنؑ مصالحت نہ کرتے تو امام حُسینؑ کو اتنے وفادار ساتھی نہ ملتے۔

امام حُسین علیہ السلام اور قرآن

سوال: سورۂ مدثر اور واقعۂ کربلا کا آپس میں کیا ربط ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

میں سمجھتا ہوں کہ سائل کی مراد یہ ہے کہ سورۂ فجر اور واقعۂ کربلا کا کیا تعلق ہے؟ لیکن اس نے غلطی سے سورۂ مدثر لکھ دیا ہے۔

سورۂ فجر کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

''اپنے فرائض اور نوافل میں سورۂ فجر کی تلاوت کیا کرو۔ یہ حسینؑ بن علیؑ کا سورہ ہے''۔

ایک اور روایت کچھ یوں ہے کہ ابواسامہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: یہ سورہ امام حُسین علیہ السلام سے مخصوص کیوں ہے؟

امام علیہ السلام نے جواب دیا: اس سورہ کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ○ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً○فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ ○ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ○

"اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کے پاس لوٹ کر آ جا تُو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا"۔ (سورۂ فجر: آیت ۲۷-۳۰)

اس سے حضرت امام حُسین علیہ السلام مراد ہیں۔ وہ نفسِ مطمئنہ راضیہ ومرضیہ ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ حضرت سیّدالشہداءؑ کو نفس مطمئنہ کیوں کہا گیا تو اس میں بہت سے نکات واسرار مضمر ہیں جن کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔

سرِ حسینؑ کا سورۂ کہف کی تلاوت

سوال: سرِ حسینؑ نے سورۂ کہف کی آیت "ام حسبت..." کی آیت تلاوت کیوں کی تھی؟ اس کی بجائے دوسری آیات کیوں نہ پڑھی تھیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

امام عالی مقامؑ نے اس آیت کو اس لیے پڑھا تھا کہ اس کی وجوہات واضح تھیں۔ آپؑ نے نوک نیزہ پر کٹے ہوئے سر کے ذریعہ سے یہ واضح کیا تھا کہ خدا کی نشانی صرف اصحاب کہف تک ہی منحصر نہیں ہے بلکہ میرا واقعہ ان کے واقعہ سے کہیں زیادہ عجیب ہے اور وجہ مشابہت یہ ہے کہ اصحاب کہف موت کے بعد زندہ ہوئے تھے اور انھوں نے کلام کیا تھا۔ اگر موت کے بعد ان کا زندہ ہونا اور کلام کرنا خدا کی نشانی ہے تو شہادت کے بعد میرا قرآن پڑھنا بھی خدا کی نشانی ہے۔

رجعت اور امام حُسین علیہ السلام

سوال: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامُ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً

جَاھِلِیَّۃً

”جو امام زمانہؑ کی معرفت کے بغیر مرا تو وہ جاہلیت کی موت مرا“۔

سوال یہ ہے کہ امام زمانہؑ آخری وصی ہیں۔ ان کے بعد وصی کون ہو گا کہ اس کی پہچان کے بغیر موت جاہلیت کی موت شمار ہو گی؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

شیعی عقائد میں رجعت کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ تمام آئمہ یا کچھ آئمہ اور کچھ مخصوص گروہ اس دنیا میں واپس آئیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے بعد اور ان کی شہادت سے پہلے رجعت کا دور شروع ہو گا۔

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ رجعت کا آغاز حضرت امام حُسین علیہ السلام کی واپسی سے ہو گا۔ اس کے بعد دیگر آئمہؑ یکے بعد دیگرے ظہور فرمائیں گے اور رجعت کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہے گا۔

ایک موثق روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام حُسین علیہ السلام تشریف لائیں گے تو حضرت قائمؑ اپنی انگوٹھی ان کے سپرد کریں گے اور پھر آپؑ کی وفات ہو جائے گی۔ امام حُسینؑ آپؑ کو غسل و کفن دیں گے اور حنوط لگائیں گے اور لحد میں اپنے ہاتھ سے انھیں اُتاریں گے۔

امام حُسین علیہ السلام کی رجعت کی روایات

سوال: کیا امام حُسینؑ، رسولِ خدا اور امیرالمومنین علیہم السلام کی رجعت کی روایات موجود ہیں اور کیا وہ روایات صحیح ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

علّامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ کوئی مومن آئمہ اطہارؑ کی رجعت کے متعلق کیسے شک کرسکتا ہے جبکہ اس مضمون کی آئمہؑ سے دو سو صحیح السند روایات منقول ہیں اور ان مروایات کو چالیس سے زیادہ ثقہ رواۃ نے روایت کیا ہے اور پچاس سے زیادہ کتابوں میں یہ روایات پائی جاتی ہیں۔ اگر اس کے باوجود یہ روایات متواتر نہیں ہیں تو پھر کوئی بھی روایت متواتر نہیں ہوسکتی۔

بہت سی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ امام مہدیؑ کی وفات امام حُسین علیہ السلام کی رجعت کے بعد ہو گی۔ امام مہدیؑ اپنی حکومت و اقتدار امام حُسینؑ کے سپرد کریں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہو گی۔ آئمہ ہدیٰؑ سے مروی روایات و زیارت میں بیان کیا گیا ہے کہ باقی آئمہؑ بھی زمانہ رجعت میں زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اپنے ناموں میں امام حُسین علیہ السلام کی عبودیت کی نسبت

سوال: کیا عبدالحسینؑ، عبدعلیؑ اور عبدالزہراؑ جیسے نام رکھنے شرعاً درست ہیں؟ جبکہ ہر انسان اللہ کا عبد ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

لفظ ''عبد'' دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کا ایک معنیٰ ''عابد'' ہے اور دوسرا معنیٰ ''خادم'' ہے جیسا کہ فرمان خداوندی ہے:

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ ؕ (سورۂ نور: آیت ۳۲)

''اپنی بیوگان اور نیک خادموں اور کنیزوں کا نکاح کردو''۔

لہٰذا جب کوئی مومن اپنے بیٹے کا نام عبدعلی، یا عبدالحسین رکھتا ہے تو اس کا مفہوم ہوتا ہے۔ علیؑ کا خادم، حسینؑ کا خادم وغیرہ۔

اس طرح کے ناموں سے عقیدہ توحید پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

فصلِ دُوم

واقعۂ کربلا کے متعلق سوال و جواب

واقعۂ کربلا اور خصائص حسینیہؑ کے درمیان ارتباط

سوال: آئمہ طاہرین علیہم السلام کے اَدوار مختلف تھے اور ان کا ہدف ایک تھا۔ ان اَدوار میں سے کس امام کا دور زیادہ مشکل تھا؟

اگر بالفرض سب کے اَدوار یکساں تھے تو امام حُسینؑ کو ایسی کرامات کیوں عطا ہوئی ہیں جو باقی آئمہؑ کو عطا نہیں ہوئیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس میں شک نہیں ہے کہ امام حُسین علیہ السلام کا دور تمام اَدوار سے زیادہ مشکل تھا اور امام عالی مقامؑ کا جس خونی ماحول سے واسطہ پڑا، اتنا کسی دوسرے امام کا نہیں پڑا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قدرت کی طرف سے آپؑ کو جو خصائص عطا ہوئے ہیں، وہ آپؑ کی نسل سے تعلق رکھنے والے کسی دوسرے امام کو نصیب نہیں ہوئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک مشہور روایت مروی ہے:

ان اللہ عوض الحسین علیہ السلام عن قتلہ ان الامامۃ فی ذریۃ والشفاء فی قربتہ واجابۃ الدعاء عندقبرہ ولاتعدایام زائرہ جائیا وراجعاً من عمرہ

”اللہ تعالیٰ نے امام حُسین علیہ السلام کو شہادت کے عوض اُنھیں یہ اعزاز عطا فرمایا کہ امامت ان کی ذریت میں رکھی اور ان کی تربت کو خاکِ شفا کا درجہ دیا اور ان کی قبر کے پاس دعاؤں کی قبولیت مقرر کی۔ زائرِ حسینؑ کی آمدورفت کے ایام اس کی عمر میں سے شمار نہیں کیے جاتے“۔

حضرت سیّد الشہداءؑ کی تحریک اور رسولِ اکرمؐ کی تحریک کا موازنہ

سوال: جنابِ عالی! ایک مقولہ زبان زدعام ہے کہ ''امام حُسینؑ نے کربلا میں جو کام کیا ہے وہ رسولِؐ خدا کی تیئس برس کی محنت سے افضل ہے''۔

مندرجہ بالا مقولہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یہ بات درست ہے کہ حضرت امام حُسینؑ کی تحریک اسلام کی بقاء کا سبب بنی اور خدا نے آپؑ کو اتنے فضائل اور مآثر عطا فرمائے جن کے بیان سے زبان اور قلم عاجز ہے۔

لیکن امام عالی مقامؑ کے عمل کو رسولِ اکرمؐ کے عمل سے افضل قرار دینے پر خود امام حُسینؑ راضی نہیں ہیں لہٰذا اس طرح کے مقولہ جات سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

امامِ عالی مقامؑ اور رسولِ اکرمؐ کی تحریکات کا باہمی ارتباط

سوال: کیا نبی اکرم ﷺ نے یکم محرم کو مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی یا آپؐ نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی؟ اور اگر ہجرت یکم محرم کو ہوئی تھی تو اسی دن امامؑ نے بھی ہجرت کی تھی اور دونوں شخصیات کی ہجرت کی وجہ بھی ایک ہی تھی اور وہ قتل کا اندیشہ تھا اور دونوں کا مقصود اسلام کی نصرت تھی؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر نبی اکرمؐ کی ہجرت یکم محرم کو ہوئی تھی تو آپؐ کی ہجرت کا دن انقلاب پیغمبر کا نکتہ آغاز تھا۔ اور یہی ہجرت اسلام کے قیام کا ذریعہ ثابت ہوئی تھی۔

رسولِ اکرم ﷺ کے انقلاب کی حفاظت حسینیؑ انقلاب نے کی تھی۔ یہ سب

اس صورت میں ہے، جب دونوں انقلابات کا نکتہ آغاز یکم محرم ہو۔ لیکن واقعات سے اس کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ پیغمبرؐ اسلام نے یکم ربیع الاول کو ہجرت فرمائی تھی۔

واقعۂ کربلا اور دین کا باہمی ارتباط

سوال: نبی اکرمؐ کی زندگی میں دین اسلام مکمل ہو گیا تھا اور خدا نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ...... (سورہٴ مائدہ: آیت ۳) ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کیا'' ...... کی آیت نازل فرمائی تھی۔ پھر اس کے بعد امام حُسین علیہ السلام کا دین میں کیا کردار ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

دین کی تکمیل حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کی امامت کے اعلان سے ہوئی تھی۔ اس اعلان میں امام حُسینؑ کی امامت شامل تھی۔ ثابت ہوا کہ دین کی تکمیل کے لیے آپؑ کی وہ جدوجہد شامل ہے جسے آپؑ نے اپنے دَورِ امامت میں سرانجام دیا تھا۔

حسینیؑ تحریک اور مہدویؑ تحریک کے درمیان باہمی ارتباط

سوال: امام مہدیؑ کے ظہور اور واقعۂ کربلا میں کیا ربط پایا جاتا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

واقعۂ کربلا پیغمبر اسلامؐ کے انقلاب کا تسلسل ہے اور امام مہدی علیہ السلام کا ظہور واقعۂ کربلا کا تسلسل ہے۔ امام زمانہؑ (عج) کا انقلاب ''یالثارات الحسینؑ'' کے نعرہ سے برپا ہوگا اور امام مہدیؑ کا انقلاب، انقلابِ عاشورا کی تکمیل کا سبب ہوگا۔

امام حُسین علیہ السلام کا شہادت پر اصرار

سوال: کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ جب امام حُسینؑ نے حالات کی

نیرنگی ملاحظہ کی تھی تو آپؑ نے اپنے دشمنوں سے یہ کہا تھا کہ تم اپنی فوجیں ہٹالو میں کسی اور جگہ پر چلا جاؤں گا۔

کیا یہ روایات درست ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یہ روایت کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے اور اگر بفرض محال اسے مان بھی لیا جائے تو مقصد یہ تھا کہ امامؑ اپنے دشمنوں پر حجت تمام کرنے کے خواہشمند تھے۔ ان الفاظ سے آپؑ نے مخالفین پر حجت تمام کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ ہم جنگ کرنے کے لیے نہیں آئے بلکہ ہم تمہاری دعوت پر عراق آئے ہیں۔

کیا حسینیؑ تحریک ایک طرح کی خودکشی کی تحریک نہیں تھی؟

سوال: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۹۵)

''اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو''۔

کچھ لوگ یہ آیت پڑھ کر کہتے ہیں کہ امامؑ کا شہادت کا فیصلہ خودکشی کے ضمن میں آتا ہے کیونکہ آپؑ جان بوجھ کر یقینی موت کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

شریعت طاہرہ میں خودکشی یقیناً حرام ہے اور دوسری طرف سے جہاد میں شریک ہونا بھی اسلامی فریضہ ہے۔ ایسی موت حرام اور خودکشی ہے جو اللہ کے بیان کردہ موارد سے ہٹ کر ہو۔ جبکہ خدا نے مجاہدین کے متعلق فرمایا ہے:

يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ

''وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور خود قتل ہوتے ہیں''۔(سورۂ توبہ: آیت ۱۱۱)

مظلومِ کربلاؑ کا اقدام خودکشی نہ تھا بلکہ آپؑ کا اقدام دین کے جہاد اور دین کی حفاظت کے لیے تھا۔

سوال: امام حُسینؑ حکومت واقتدار کے طلبگار تھے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

امام حُسین علیہ السلام صرف اسلام کی بقا چاہتے تھے۔ بنی اُمیہ کی حکومت کی وجہ سے اسلام پژمُردہ ہو چکا تھا اور اگر ان حالات میں آپؑ کا انقلاب نہ ہوتا تو اسلام باقی نہ رہتا۔

امام حُسین علیہ السلام پر طالب حکومت ہونے کا الزام لگانے والے یہ تو سوچیں کہ آپؑ نے تو قدم قدم پر اپنی شہادت کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ جب آپؑ مدینہ سے نکلے تو اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام وصیت میں آپؑ نے یہ جملے تحریر فرمائے تھے:

مَن لَحِقَ بِیْ مِنْکُمْ اِسْتَشْهَدَ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنِّیْ لَمْ یدرك الفَتحَ

''جو مجھ سے الحاق کرے گا وہ شہید ہو جائے گا اور جو پیچھے رہے گا اُسے بھی فتح حاصل نہ ہوگی''۔

آپؑ نے مکہ سے روانگی کے وقت یہ کلمات فرمائے تھے:

کَانِّیْ بَاوصَالِیْ تَتَقَطَّعُهَا عَسَلَانَ الفَلَوَاتِ بَیْنِ النَّوَاوِیسَ وَکَربَلَاءَ

''گویا میں یہ منظر دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان

(انسان نما) بھیڑیئے میرے اعضاء کے ٹکڑے کر رہے ہیں''۔

آپؑ کے ان خطابات کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ امام حُسینؑ حکومت و اقتدار کے خواہش مند تھے۔

علاّمہ اقبال نے کیا ہی خوب فرمایا تھا:

مدعایش سلطنت بودے اگر
خود نکر دے باچنیں سامانِ سفر

''اگر آپ کا مقصد حصول حکومت ہوتا تو آپؑ اس طرح سے روانہ نہ ہوتے کیوں کہ کوئی بھی حکومت کا طلبگار طالع آزما اپنے ساتھ پردہ دار بہنوں اور چھے ماہ کے معصوم بچوں کو ساتھ لے کر سفر نہیں کرتا''۔ (اضافۃ من المترجم)

حسینیؑ تحریک کو اچھی طرح سے سمجھا نہیں گیا؟

سوال: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ امام حُسینؑ کا قتل امر قیادت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیش آیا تھا؟

آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر کہنے والے کا یہ مقصد ہے کہ لوگوں نے امام عالی مقامؑ کی قربانی کے مقاصد پر پوری توجہ نہیں کی ہے تو پھر یہ جملہ بالکل درست ہے اور اگر خدانخواستہ اس کا مقصد یہ ہے کہ امامؑ اور آپؑ کے اصحاب اُمور قیادت سے ناواقف تھے تو ایسا شخص کھلم کھلا گمراہی میں ہے کیونکہ آپؑ کے تمام اقدامات خدائی تعلیمات پر مبنی تھے۔

سوال: اہلِ معرفت کی نظر میں حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی مصیبت بڑی

ہے یا امام حُسین علیہ السلام کی مصیبت بڑی ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

واقعۂ کربلا کی پہلی اینٹ سقیفہ میں رکھی گئی تھی اور اسی حقیقت کو اہل سنت کے ایک عالم قاضی ابوبکر بن ابی قریعہ نے ان الفاظ سے بیان کیا تھا:

اریکم ان الحسین اصیب فی یوم السقیفۃ

''میں تمہیں دکھاتا کہ حُسینؑ روز سقیفہ میں قتل ہوئے تھے''۔

ایک شیعہ محقق حضرت اصفہانی نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا تھا:

وما اصاب امھامن البلا

فھو تراثھا بطف کربلا

کربلا میں امام حُسین علیہ السلام پر جو مصائب نازل ہوئے وہ دراصل ان مصائب کا تسلسل تھے جو امام حُسین علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر نازل ہوئے تھے۔ البتہ روایات سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ امام حُسین علیہ السلام کی مصیبت علی الاطلاق سب سے بڑی مصیبت ہے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی سے یہ فرمایا تھا:

لا یوم کیومك یا ابا عبداللہ

''ابوعبداللہ! آپؑ کی مصیبت تمام ایام کے مصائب سے کہیں زیادہ ہے''۔

نصرتِ حُسینؑ کا وجوب

سوال: امام حُسین علیہ السلام نے شب عاشورا اپنے ساتھیوں سے فرمایا تھا کہ تم پر رات کا پردہ پڑ چکا ہے، اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ یزیدی فوج صرف میری طلب گار ہے اور اگر یہ مجھ پر کامیاب ہوجائیں تو یہ تمہیں فراموش کر دیں گے۔

سوال یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے جب خود ہی لوگوں کی گردن سے اپنی بیعت کا قلادہ اٹھا لیا تھا اور آپؑ نے اُنھیں جانے کی اجازت دے دی تھی تو جو لوگ یہ سن کر چلے گئے تھے، کیا وہ گناہ گار سمجھے جائیں گے یا نہیں؟

یا امام کے یہ کلمات امتحان پر مبنی تھے جیسا کہ حضرت زینب کبریٰؑ نے بھائی سے کہا تھا۔ ''کیا آپؑ نے اپنے اصحاب کو آزما لیا ہے''؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حضرت امام حُسینؑ نے اپنی تحریک کے آغاز کے وقت ہی اپنے انجام شہادت سے لوگوں کو خبردار کیا تھا۔ آپؑ نے لوگوں کو جو دعوت دی تھی، وہ بھی جان کی قربانی کی دعوت تھی۔ آپؑ نے یہ فرمایا تھا:

مَنۡ كَانَ فِيۡنَا بَاذِلًا مُهۡجَتَهٗ مُوَطِّنًا عَلٰى لِقَاءِ اللهِ نَفۡسَهٗ فَلۡيَرۡحِلۡ مَعَنَا

''تم میں سے جو اپنی جان کو قربان کرنے کا جذبہ رکھتا ہو اور خدا کی ملاقات کے لیے کمر بستہ ہو تو وہ ہمارے ساتھ چلے''۔

آپؑ کے مسلسل بیانات کے باوجود کچھ دنیا کے طلب گار افراد آپ کے قافلہ کے ساتھ چل پڑے تھے۔ لیکن! شبِ عاشور آپؑ نے یہ چاہا کہ کوئی بھی شخص بادلِ نخواستہ آپؑ کے پاس نہ رہے۔ اسی لیے آپؑ نے یہ فرمایا تھا:

''جو جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے شوق سے''

اور جن لوگوں نے آپؑ کا ساتھ چھوڑا تھا، وہ یقیناً گناہ گار تھے کیونکہ ان پر امامؑ کی نصرت واجب تھی لیکن اُنھوں نے اس سے رُخ موڑا تھا۔

کیا کربلا معراجِ نبویؐ کی سرزمین ہے؟

سوال: واقعہ اسراء اور معراج اور قبر امام حُسینؑ کے مقام کا آپس میں کوئی ربط ہے؟ جبکہ اس سلسلہ میں مفضل بن عمر سے طویل حدیث منقول ہے جسے اُنھوں نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے اور علّامہ مجلسیؒ نے اس روایت کو بحار اور دیگر کتب میں نقل کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حدیث مفضل میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے زمین کربلا پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ وہ بہترین ٹکڑا ہے جہاں سے رسولِ اکرمؐ کو غیبت کے وقت معراج ہوئی تھی''۔

اصل بات یہ ہے کہ رسولِ اکرمؐ کو ایک سو بیس بار معراج ہوئی تھی اور حدیث مفضل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ان میں سے ایک معراج ایسی بھی تھی، جس کی ابتداء کربلا کی سرزمین سے ہوئی تھی۔

سوال: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کربلا میں ہوئی تھی؟ اور فکانا قصیاً سے کیا مراد ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جنابِ مریمؑ حضرت عیسیٰؑ سے حاملہ ہوئیں اور وہ اسے دور کے مقام پر لے گئیں۔ کچھ روایات میں اس سے کربلا معلیٰ کی سرزمین مراد لیا گیا ہے۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ابوحمزہ ثمالی سے فرمایا:

''جنابِ مریم سلام اللہ علیہا دمشق سے نکلیں یہاں تک کہ کربلا آ گئیں اور اپنے فرزندِ عیسیٰؑ کو قبر حسینؑ کے مقام پر جنم دیا تھا۔ پھر اسی رات واپس چلی گئی تھیں''۔

سوال: امام حُسین علیہ السلام نے آسمان کی طرف اپنا خون کیوں پھینکا تھا؟

کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حُسینؑ نے اپنا اور اپنے کچھ اہلِ بیتؑ کا خون آسمان کی طرف پھینکا تھا اور وہاں سے ایک قطرہ بھی واپس نہیں آیا تھا۔

اس میں کیا راز مضمر ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

روایات سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے اپنے شیر خوار بیٹے کا خون اور خود اپنا خون آسمان کی طرف پھینکا تھا۔ آپؑ نے اپنا خون اس وقت پھینکا تھا جب آپؑ کے قلب مقدس پر تین نوکوں والا تیر لگا تھا اور اس میں سے ایک قطرہ بھی واپس نہیں آیا تھا۔

اس عمل میں راز یہ تھا کہ لوگوں پر سے عذابِ الٰہی کو روکا جائے۔

قاتلینِ حسینؑ کا مذہب

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام حُسینؑ کو عراقی شیعوں نے قتل کیا تھا۔ امام حُسین علیہ السلام نے انھیں بددعا دی تھی اور اس بددعا کے اثرات آج بھی عراق میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ عراق کے موجودہ حالات اسی بددعا کا ثمر ہیں۔ کیا یہ نظریہ درست ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر خدانخواستہ ہم یہ فرض کر لیں (جب کہ محال کا فرض کرنا محال نہیں ہوتا) کہ شیعوں نے ہی امام علیہ السلام کو شہید کیا تھا۔

شہید کرنے والے تو ڈیڑھ ہزار سال پہلے کے لوگ تھے۔ آج کے مظلوم شیعوں کا کیا قصور ہے اور یہ بات عدل الٰہی کے خلاف ہے کہ جرم کوئی کرے اور سزا کوئی اور بھگتائے۔

جبکہ یعقوبی نے لکھا ہے کہ جب امام حُسین علیہ السلام نے خروج کیا تھا تو اس وقت کا

کوفہ خالص شیعی علاقہ نہیں تھا۔ کوفہ میں ہر گروہ اور ہر مذہب کے لوگ آباد تھے۔ کوفہ میں مسلمان، خوارج، اُموی، نصاریٰ اور یہودی رہتے تھے اور امام حُسینؑ کے قاتل معاویہ و یزید کے پیروکار بھی تھے۔ امام حُسینؑ نے روز عاشورا اپنے قاتلوں سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا:

ویحکم یاشیعة آل ابی سفیان! بای ذنب تقاتلونی؟

''اے خاندان ابوسفیان کے پیروکارو! تم پر ہلاکت ہو۔ مَیں نے کون سا گناہ کیا ہے کہ تم مجھ سے برسرِ پیکار ہو؟''

اس کے جواب میں یزیدی لشکر نے یہ کہا تھا:

نقاتلك بغضا منا لابيك

''ہم تجھ سے اس لیے جنگ کر رہے ہیں کہ ہمیں تمہارے باپ سے دشمنی ہے''۔

(عرض مترجم: مبلغ اعظم مولانا محمد اسماعیل سابق دیوبندی سے کسی نے کہا کہ امام حُسینؑ کے قاتل شیعہ تھے۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ بھائی اگر شیعوں نے یہ جرم کیا تھا تو کوفہ میں آپ کی حکومت تھی، شام کی مرکزی حکومت بھی آپ کے پاس تھی۔ آپ نے انھیں گرفتار کر کے سزائیں کیوں نہیں دی تھیں۔ الٹا آپ کے دربار سے تو قاتلوں کو انعام ملے تھے۔ اگر قاتلانِ حسینؑ بالفرض شیعہ تھے تو وہ ہمارے بزرگ تھے۔ آپ کے کچھ نہیں لگتے تھے۔ ہم اپنے بزرگوں پر لعنت کرتے ہیں تکلیف آپ کو کیوں ہونے لگ جاتی ہے؟ معلوم ہوتا ہے:

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے)

سوال: ایک شعر امام حُسین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

ان کان دین محمد لم یستقم

الا بقتلی یاسیوف خذینی

''اگر محمدؐ کا دین میرے قتل کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا تو اے خون آشام تلوارو! آؤ اور مجھ پر حملہ کر دو''۔

کیا یہ شعر واقعی امام علیہ السلام کا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مذکورہ شعر معروف شاعر شیخ محسن ابوالحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ ان کے دیوان میں مذکور ہے۔ زبان حال کے طور پر اسے امام حُسین علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے۔

سوال: امام حُسین علیہ السلام مخدراتِ عصمت کو اپنے ساتھ کیوں لے گئے تھے جبکہ خواتین پر جہاد فرض نہیں ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یہ اعتراض تب بجا ہوتا کہ اگر امام حُسین علیہ السلام جہاد اور جنگ کے قصد سے گئے ہوتے۔ بات یہ ہے کہ امام حُسین علیہ السلام کو سرِ زمینِ کربلا میں محصور کر دیا گیا تھا اور آپؑ پر اپنے دفاع کے لیے لڑنا واجب ہو گیا تھا۔ آپؑ کا جہاد دفاعی جہاد تھا اور آپؑ نے خواتین کو لڑائی سے منع کیا تھا۔

سوال: گریبان چاک کرنے کی ممانعت میں کیا فلسفہ کارفرما تھا؟

روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ امام حُسین علیہ السلام نے حضرت شریکۃ الحسینؑ سے یہ فرمایا تھا:

یا اختاہ انی اقسمت علیک فابری قسمی لا تشقی علیّ حبیبا ولا تخمشی علیّ وجھا ولا تدعی علیّ بالویل والشبور اذا انا ھلکت

''پیاری بہن! میں تجھے قسم دیتا ہوں اور میری قسم کی لاج رکھنا۔ میری شہادت کے بعد گریبان چاک نہ کرنا اور منہ پر خراشیں نہ ڈالنا اور ہائے تباہی و بربادی کے بین نہ کرنا''۔

آخر اس ممانعت کی کیا وجہ تھی؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

خارجی قرائن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان کی شہادت کے بعد ان کے گھرانے کی مخدراتِ عصمت ان کے مقصد کی تکمیل کے لیے پوری قوت و صلابت کا مظاہرہ کریں اور آپؑ کی یہ ممانعت ''نہی ارشادی'' پر مبنی تھی۔

سوال: کیا شہادت امام حُسین علیہ السلام کے بعد مخدراتِ عصمت ننگے سر خیام سے باہر آئی تھیں جبکہ کچھ حضرات کہتے ہیں کہ بی بیوں کے کھلے سر باہر آنے کی روایت طریق صحیح سے مروی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں آپ اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قولِ مذکور بالکل درست ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اہلِ بیت طاہرینؑ کی خواتین کا مقام اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے کہ وہ نامحرموں کے سامنے سر کھول کر باہر آئیں۔ لیکن اس سے زیارت ناحیہ کے اسی جملہ 'ناشرات الشعور' (بی بیاں بال کھولے باہر آئیں) کا ابطال ہوتا ہے۔

البتہ یہ بات قرین قیاس ہے کہ بی بیوں کے بال کھلے ہوئے ہوں لیکن ان پر

پردہ ہو۔ ان الفاظ سے مخدراتِ عصمت کے غم واندوہ کی شدت کو بیان کیا گیا ہے۔

سوال: امام حُسین علیہ السلام کس تاریخ کو دفن ہوئے تھے؟ یعنی آپؑ کی شہادت اور دفن میں کتنے ایام کا فاصلہ تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس سلسلہ کی روایات مختلف ہیں۔ البتہ گمان غالب یہ ہے کہ امام علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھیوں کی تدفین بارہ محرم کی شب میں مکمل ہوگئی تھی۔

رسولِ خداؐ اور حضرت سیّدہ سلام اللہ علیہا کی کربلا آمد

سوال: کچھ روایات میں کہا گیا ہے کہ شہادت امامؑ کے بعد یہ دونوں ہستیاں کربلا میں آئی تھیں؟ آپ کا اس کے متعلق کیا نظریہ ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جی ہاں، یہ درست ہے اگر بالفرض روایات میں اس بات کا ذکر نہ بھی ہوتا تو بھی میں عمومات پر اعتماد کر کے اس کے وقوع پذیر ہونے پر ایمان رکھتا۔ جب کہ اس کی بہت سی روایات موجود ہیں لہٰذا اس میں شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

سوال: امام حُسین علیہ السلام کو امام سجادؑ نے دفن کیا تھا یا بنی اسد نے دفن کیا تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

تاریخ و روایات میں بیان ہوا ہے کہ شہدائے کربلا کو بنی اسد نے امام سجاد علیہ السلام کی زیر نگرانی دفن کیا تھا۔

سوال: امام سجاد علیہ السلام قیدی بن کر کوفہ چلے گئے تھے۔ کیا وہ کوفہ سے دفنِ شہداء کے لیے کربلا کے لیے تشریف لائے تھے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

کچھ روایات میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ امام سجاد علیہ السلام ''طے الارض'' کے ذریعہ سے بطور معجزہ کربلا آئے تھے اور یہ اللہ کی قدرت سے بعید نہیں ہے۔اسی طرح کے معجزات بہت سے انبیاءؑ واولیاءؒ سے صادر ہوئے تھے اور قرآن واحادیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔

سوال: امامِؑ مظلوم کا سر اقدس کہاں دفن ہے۔کیا آپؑ کا سر امام سجادؑ شام سے واپس لائے تھے اور کربلا میں دفن کیا تھا یا وہ مصر میں مدفون ہے جیسا کہ اہل مصر دعویٰ کرتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حضرتؑ کے سرِ اطہر کے متعلق بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔

١. علمائے امامیہ اور علمائے عامہ بیان کرتے ہیں کہ امام سجادؑ شام سے واپسی پر اپنے والد محترمؑ کا سر مقدس شام سے واپس لائے تھے اور کربلا میں اپنے والد کے جسم کے ساتھ دفن کیا تھا اور یہی بات مذہب امامیہ میں مشہور ہے۔ جبکہ کچھ علماء نے اس پر اجماع کا دعویٰ بھی کیا ہے۔

٢. کچھ علمائے عامہ اور اسماعیلی مسلک کے علماء یہ کہتے ہیں کہ سر اطہرؑ کو دمشق میں دفن کیا گیا تھا، پھر اسے عسقلان منتقل کیا گیا اور بعد میں قاہرہ منتقل کیا گیا۔

٣. کچھ علمائے امامیہ کہتے ہیں کہ آپؑ کے سرِ اطہر کو آپؑ کے والد ماجد کے پہلو میں نجف اشرف میں دفن کیا گیا۔اس نظریہ کے پیش کرنے والے کا کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ ''الوسائل'' میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کچھ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں لیکن ہمارے علماء کو اس میں تامّل ہے۔

٤. کچھ علمائے عامہ کہتے ہیں کہ آپؑ کے سرِ اطہر کو آپؑ کی والدہ ماجدہ کی قبر میں

دفن کیا گیا تھا۔

۵ ایک جماعت کا قول ہے کہ آپؑ کے سر اور بدن مبارک کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔

بہت سی صریح الدلالت روایات کے مطالعہ سے مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا بدن اطہر زمین پر ہی موجود ہے اور میں اس کے لیے تواتر اخبار کا دعویٰ کر سکتا ہوں۔

البتہ! جہاں تک سرِ اطہر کا تعلق ہے تو میں طویل تحقیق کے بعد بھی کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا کیونکہ تمام طرح کے دلائل قاطع نہیں ہیں اور کچھ محققین نے اس امر کی تصریح بھی کی ہے۔

تذکرہ خواص الامہ کے مؤلف نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا سرِ اطہر اور جسم مبارک جہاں کہیں بھی مدفون کیوں نہ ہو ہمیں اس سے چنداں غرض نہیں ہے۔ امام حسین علیہ السلام ہمارے قلب و ضمیر میں رہتے ہیں اور ہمارے اسرار و خواطر میں سکونت پذیر ہیں۔ ہمارے ایک روشن ضمیر بزرگ نے فرمایا تھا:

لا تطلبو المولی الحسین بشرق ارض او بغرب

ودعوا الجمیع وعرجوا نحوی فمشھدہ بقلبی

"مولا حسین علیہ السلام کو سرِ زمین مشرق و مغرب میں تلاش نہ کرو۔
سب اطراف کو چھوڑ کر میری طرف آؤ ان کا مزار میرے دل
میں ہے"۔

سوال: شہدائے کربلا کے سر ان کے اجسام کے ساتھ دفن ہونے کی صحیح ترین روایات کون سی ہیں اور کون سے مصادر میں مذکور ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

سبط ابن جوزی نے تذکرہ میں جو کچھ لکھا ہے وہی قول محدثین اور مؤرخین کے ہاں مشہور ہے۔ طبری، اسفرائنی اور دینوری وغیرہ نے بھی یہ لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کے ساتھ باقی شہداء کے سر کربلا سے کوفہ بھیجے گئے، پھر وہاں سے شام لے جائے گئے۔ پھر شام سے کربلا بھیجے گئے اور سروں کو اجسام کے ساتھ دفن کیا گیا۔

ابن اعثم کوفی کی تاریخ کے ترجمہ میں یہ لکھا ہوا ہے:

پھر یزید بن معاویہ نے علی بن الحسینؑ اور ان کے خاندان کو مدینہ روانہ کیا اور ان کے ساتھ شہیدوں کے سر بھی روانہ کیے۔ انھوں نے مدینہ کے لیے براستہ کربلا تیاری کی اور صفر کی بیس تاریخ کو کربلا پہنچے۔ امامؑ کے سرِ اطہر کو اُن کے جسم کے ساتھ دفن کیا گیا اور باقی شہداء کے سر بھی وہیں دفن کیے گئے"۔

تاریخ حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ یزید بن معاویہ نے شہدا کے سر امام علی زین العابدینؑ کے سپرد کیے۔ انھوں نے بیس صفر کے دن کربلا پہنچ کر تمام سروں کو ان کے اجسام کے ساتھ دفن کیا۔ اس کے بعد آپؑ مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔

ابنِ اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ اس موضوع کی تمام روایات سے یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

سوال: واقعۂ کربلا نے اسلامی معاشرہ پر کیا اثرات مرتب کیے؟ اور قتل امامؑ کے بعد اُموی شکست کے مظاہر کیا تھے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد بنی اُمیہ کا تخت و تاج ہل کر رہ گیا تھا۔ یزید کی موت کے بعد توابین نے بنی اُمیہ کے خلاف خروج کیا جس سے بنی اُمیہ کی نیندیں اُڑ

گئیں۔

اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔

اہلِ مکہ نے ابن زبیر کی بیعت کر لی تھی۔ حضرت سجادؑ اور شریکۃ الحسین سلام اللہ علیہا کے خطبات کے بعد اہل شام کے نظریات بدل گئے تھے۔ ان تمام واقعات سے اہداف حسینیؑ کی تکمیل ہوئی اور بنی اُمیہ کے منصوبے ناکام ہوئے۔

سوال: قتلِ حسینؑ پر کن باضمیر افراد اور سلاطین جہان کے کون سے نمائندوں نے احتجاج کیا تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یزید کے اس فعلِ بد کی ہر باضمیر انسان نے مذمت کی تھی۔ ان میں عبداللہ بن عفیف، توابین کی پوری جماعت اور سفیر روم نے یزید کی مذمت اُس کے منہ پر اُس وقت کی، جب وہ سیّدالشہداءؑ کے دندانِ مبارک کی بے ادبی کر رہا تھا۔ (تفصیل کے لیے سیرت و مقاتل کی کتابوں کا مطالعہ کریں)

سوال: حمید بن مسلم کی روایات کی کیا قدر و قیمت ہے؟ اور کیا وہ کربلا کا ثقہ راوی تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

کتبِ رجال میں حمید بن مسلم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ البتہ شیخ طوسیؒ نے اپنے رجال میں لکھا ہے کہ وہ امام سجادؑ کے اصحاب میں سے تھا۔ شیخ طوسیؒ کے اس بیان سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ امامی المذہب تھا۔ اس کی وثاقت اور عدم وثاقت کی کوئی خبر نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی روایات قبول کرنے میں کوئی قباحت نہیں

ہے۔ اس کی روایات کی وہی اہمیت ہے جو کسی اخبار کی خبروں کے لیے اس کے نامہ نگاروں کی ہوتی ہے۔

سوال: علّامہ طریحی کی ''کتاب الفخری'' کی کیا اہمیت ہے؟ مرحوم علّامہ کی اور کون سی کتابیں ہیں اور ہمارے ہاں ان کی کون سی کتاب معتبر ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مرحوم نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں۔ جن میں لغت الحدیث کی مشہور کتاب مجمع البحرین اور علم رجال میں جامع المقال اور قرآنِ کریم کے مشکل الفاظ کے لیے غریب القرآن جیسی کتابیں شامل ہیں۔ اسی طرح سے انھوں نے ''منتخب'' یا ''الفخری'' نامی کتاب بھی لکھی تھی۔ کتاب اگرچہ ''مرسل'' ہے لیکن پھر بھی معتبر ہے کیونکہ تاریخ میں ''اتصال سند'' معتبر نہیں ہوتا۔ بہر نوع طریحی ایک عظیم القدر اور جلیل المرتبت شخصیت تھے۔

سوال: شہدائے کربلا کے حالات پر کون سی کتاب معتبر ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس موضوع کے لیے حسب ذیل کتابیں بہت اچھی ہیں:

۱- ابصار العین فی انصار الحسینؑ۔ تالیف: شیخ محمد السماوی

۲- ذخیرۃ الدارین فیما یتعلق بالحسین و اصحاب الحسین (تالیف: سید عبد المجید شیرازی الحسینی)

۳- فرسان الھیجاء۔ تالیف: شیخ ذبیح اللہ محلاتی۔

فصلِ سوم

کربلا کی شخصیات کے متعلق سوال و جواب

سوال: امام حُسین علیہ السلام کے انصار و اصحاب میں کیا فرق ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

لفظ ''انصار'' ''ناصر'' کی جمع ہے اور ناصر مددگار کو کہا جاتا ہے اور لفظ ''اصحاب''، ''صاحب'' کی جمع ہے جس کا معنی ہے ساتھی۔ ان دونوں میں ''عموم خصوص من وجہ'' کی نسبت پائی جاتی ہے۔ ناصر وہ ہے جو کسی کی مدد کرے اور اس سے دشمنوں کو دُور کرے لیکن اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ طویل عرصہ تک اس کا ساتھی بھی رہا ہو۔ اس کی مثال وہ نصرانی ہے جس نے روزِ عاشور امامؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا اور یزیدی لشکر سے جنگ لڑا تھا اور امامؑ کے سامنے شہید ہو گیا تھا۔ ایسے شخص کو ہم انصارِ حسینؑ کا فرد کہہ سکتے ہیں لیکن ''اصحابِ حسینؑ'' کا فرد نہیں کہہ سکتے کیونکہ اسے تو امامؑ کی صحبت کا زندگی میں وقت ہی نہیں ملا تھا۔

لفظ ''اصحاب'' ''صاحب'' کی جمع ہے اور جو کسی کی صحبت میں رہے اسے ''صاحب'' کہا جاتا ہے۔

صاحب (ساتھی) بعض اوقات اپنے ساتھی کی مدد کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا۔ البتہ وہ ساتھی ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً عبداللہ بن عباس۔ امام حُسینؑ کے صحابی ضرور تھے لیکن وہ کربلا نہیں آئے۔ نہ ہی انھوں نے امام علیہ السلام کی مدد کی تھی۔

کربلا میں کچھ خوش نصیب ایسے بھی تھے جو کہ بیک وقت صحابی بھی تھے اور حضرت کے ناصر و مددگار بھی تھے۔ مثلاً حضرت حبیب بن مظاہرؒ۔ آپؒ امامؑ کے بچپن کے ساتھی بھی تھے اور کربلا کی جنگ میں بھی آپؒ نے بھرپور حصّہ لیا تھا۔ لٰہذا حضرت حبیب، امامؑ کے صحابی بھی ہیں اور ناصر بھی ہیں۔

سوال: کربلا کے شہداء کی صحیح تعداد کیا تھی؟
میں سنگ مرمر کی ایک لوح بنا رہا ہوں اور اس پر تمام شہیدان کربلا کے نام لکھنا چاہتا ہوں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:
شہدائے کربلا کی تعداد کے متعلق مؤرخین میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی لیے ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم آپؑ کے جملہ انصار کی تعداد لکھیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

سوال: کیا حضرت مسلمؑ نے اپنے دو رہنماؤں کی موت سے بدشگونی لی تھی اور امام حُسینؑ سے یہ درخواست کی تھی کہ انھیں اس خدمت سے معافی دی جائے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:
اس طرح کی باتیں اگرچہ کتب تاریخ میں لکھی ہوئی ہیں لیکن یہ باتیں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ بدشگونی پر جب تک عمل نہ کیا جائے اس وقت تک وہ معاف ہوتی ہے۔

بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ جسے حضرت سید الشہداءؑ اپنا ثقہ، بھائی اور سفیر مقرر کر کے روانہ کریں اور وہ اس طرح کی جاہلانہ توہمات میں مبتلا ہو؟

سوال: کیا حسبِ ذیل اشعار حضرت مسلم بن عقیلؑ کے ہیں؟
اور کیا انھوں نے ان اشعار میں اپنے والد کے رویہ کی مذمت نہیں کی تھی؟ اشعار حسبِ ذیل ہیں:

فنافی الحرب والسهر الطویل
واقلقنی الشهدا والعویل

خواثارات جعفر مع علی
وما ابدی جوابك یا عقیل
ساقتل بالمھند کل کلب
عسی فی الحرب ان یشفی الغلیل

''مجھے جنگ اور طویل بیداری نے کمزور کر دیا ہے
اور بیداری اور ہائے وائے کی آوازوں نے مجھے تکلیف دی ہے
مجھے اپنے چچا جعفرؑ اور اپنے چچا علیؑ کا انتقام لینا ہے
اے عقیلؑ! میں تیری طرف سے کیا جواب پیش کروں
میں ہندی تلوار سے ہر کتے کو قتل کروں گا
ممکن ہے کہ جنگ ایک تشنہ انسان کو صحت عطا کر دے''۔

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس شعر میں ایک جملہ ہے: وما ابدی جوابك یا عقیل کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ حضرت مسلمؑ اپنے والد سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ''اے عقیلؑ! مجھے تیرے جواب کو ظاہر کرنا ہے''۔

اس جملہ کے پس منظر میں ایک واقعہ پوشیدہ ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ جنابِ عقیلؑ نے معاویہ سے کہا: تم مجھے چار سو درہم دو۔

معاویہ نے کہا: اتنی بڑی رقم لے کر کیا کرو گے؟

جنابِ عقیلؑ نے کہا: میں اس سے ایک کنیز خرید کرنا چاہتا ہوں۔

معاویہ نے کہا: آپ تو ویسے ہی نابینا ہیں ایک سستی کنیز کیوں نہیں خرید لیتے؟

جنابِ عقیلؑ نے کہا: میں ایسی کنیز چاہتا ہوں جو مجھ سے ایسا بچہ جنم دے کہ

جب میں اُسے تلوار پکڑاؤں تو وہ تمھارا سر قلم کر دے۔

چنانچہ جنابِ مسلمؑ نے بھی یہی کہا ہے کہ ابا جان! اب میں آپ کے اس جواب کی لاج رکھوں گا۔

ویسے جنابِ عقیلؑ اور معاویہ کے واقعات تاریخی طور پر مشکوک ہیں اسی لیے مذکورہ بالا توجیہ تکلف پر مبنی دکھائی دیتی ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ جنابِ مسلمؑ نے اپنے والد کو خطاب کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ابا جان! مجھے آپؑ کے دو بھائیوں جنابِ جعفرؑ اور حضرت علیؑ کے خون کا بدلہ لینا ہے۔

سوال: حضرت عباس علمدارؑ نے پانی کیوں نہیں پیا تھا؟

جبکہ اس سے آپؑ اپنی اور امام مظلومؑ کی جان بچانے کے لیے مزید قوت حاصل کر سکتے تھے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حضرت قمر بن ہاشمؑ پر اعتراض کرنا بدترین بے ادبی ہے کیونکہ ان کے متعلق معصومؑ کا قول ہے ''زق العلم زقا'' (انھیں علم کی چوگ دی گئی تھی) لہٰذا یہ ضروری نہیں کہ آپؑ پانی پی لیتے تو آپؑ اپنے آپ کو اور حضرت امام حُسینؑ کو دشمنوں سے بچانے میں کامیاب ہو جاتے۔

آپؑ امام کے خشک ہونٹ دیکھ چکے تھے اور خیام میں اطفالِ حسینیؑ کی العطش کی صدائیں بھی سُن چکے تھے لہٰذا آپؑ اگر پانی پیتے تو آپؑ کی وفا کے خلاف ہوتا۔ اس لیے آپؑ نے فرمایا تھا:

واللہ ما ھذا افعال دینی

''خدا کی قسم: یہ میرا دینی کردار نہیں ہے''۔

آپؑ سمجھتے تھے کہ اس خون آشام گھڑی میں آپؑ کے لیے پانی پینا جائز نہیں تھا اور آپؑ اپنے شرعی وظیفہ سے بخوبی واقف تھے۔

سوال: کیا حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے محمل سے سر ٹکرا کر سر سے خون نکالا تھا؟

کیا یہ روایت صحیح ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جی ہاں! ہمارے اُصول وقواعد کے مطابق یہ روایت ہر لحاظ سے معتبر ہے اور اس میں کسی طرح کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔

سوال: حضرت سیّدہ حکیمہ خاتون دختر امام محمد تقی علیہ السلام سے غیبت طوسی میں منقول ہے کہ امام حُسین علیہ السلام نے بظاہر حضرت زینب سلام اللہ علیہا کو اپنا وصی مقرر کیا تھا چنانچہ جو کچھ امام زین العابدینؑ بیان کرتے وہ مخفی طور پر سیّدہ شریکۃ الحسین علیہا السلام کی طرف منسوب ہوتا تھا۔ اس روایت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یہ روایت معتبر ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

سوال: حجاب زہرا و زینب سلام اللہ علیہا --- کیا یہ بات درست ہے کہ حضرت خاتون جنت اور سیّدہ شریکۃ الحسین علیہا السلام اپنے چہروں اور ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو بھی چھپاتی تھیں؟ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو دونوں عظیم خواتین ایسا کیوں کرتی تھیں جب کہ اللہ نے چہرے اور ہتھیلیوں کا پردہ فرض نہیں کیا اور قرآنِ کریم میں بھی چہرے اور ہتھیلیوں کو چھپانے کا حکم نہیں دیا گیا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

صدیقہ کبریٰؑ اور صدیقہ صغریٰؑ کا قیاس باقی عورتوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ پہلی بی بی خواتین جہان کی سردار ہے اور دوسری بی بیؑ اپنے بھائی کی شریکہ ہیں۔

ان مخدرات کا چہرہ اور ہتھیلیوں کا چھپانا قطعی دلائل سے ثابت ہے۔ باقی یہ کہنا کہ قرآنِ کریم میں چہرہ ڈھانپنے کا کوئی حکم نہیں ہے تو اس دعویٰ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے شوہر اور محارم کے علاوہ زینت چھپانے کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا: وَلَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا ''وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں البتہ جو خود بخود ظاہر ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے''۔ (سورۂ نور: آیت ۳۱)

اور فہم فقہی کے تحت چہرے کا ظاہر کرنا ممنوع ہے۔

اور اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنۡہَا سے کچھ فقہاء نے عورتوں کا لباس مراد لیا ہے۔ ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآنِ کریم میں تمام احکام مغرعیہ کو تفصیلی طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ بہت سے معاملات کی وضاحت معصومینؑ کی احادیث میں کی گئی ہے اور احادیث میں منہ کے ڈھانپنے کا حکم موجود ہے۔

اس کے ساتھ اس حقیقت پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ اگر منہ چھپا ہوا ہو تو بہت سی اجتماعی خرابیوں سے معاشرہ بچ سکتا ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کوئی شخص یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ خواتین کی سردار بی بیاں اس حکم پر عمل نہ کرتی ہوں گی؟

سوال: حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کی مزار مصر میں ہے یہ شام میں ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

تاریخ میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت سیّدہ زینبؑ کے شوہر اور ابن عم مصر

میں قیام پذیر تھے۔ اس لیے حضرت سیّدہؑ نے اپنے شوہر کے ہاں مصر جانے کا فیصلہ کیا۔اس کے بعد سیّدہؑ کے متعلق تین احتمال پائے جاتے ہیں:

۱-مصر جاتے ہوئے شام میں آپؑ کی وفات ہوئی۔

۲-آپؑ نے مصر میں وفات پائی۔

۳-آپؑ کی وفات مصر سے واپسی پر شام میں واقع ہوئی تھی جبکہ شیعوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپؑ شام میں دفن ہیں البتہ یہ معلوم نہیں ہے کہ جاتے ہوئے وفات پائی تھی یا مصر سے واپسی پر وفات ہوئی تھی۔ [۱]

سوال: حضرت امام حُسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کا گریبان چاک کیوں کیا تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

کتاب ''مدینۃ المعاجز'' میں مرقوم ہے:

''پھر امام حُسین علیہ السلام نے حضرت قاسمؑ کا گریبان چاک کیا اور عمامہ کے دو حصّہ کیے اور ایک حصّہ قاسمؑ کے چہرے پر ڈالا۔ پھر انھیں کفن کی صورت میں لباس پہنایا اور کمر سے تلوار باندھی اور میدان میں روانہ کیا''۔

اگر مذکورہ روایت صحیح ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ امام علیہ السلام نے گریبان چاک کر کے ایک طرح کا کفن پہنایا تھا۔

---

[۱] حضرت شریکۃ الحسینؑ کی زندگی اور وفات اور مدفن کے لیے آقا محمد کاظم قزوینی کی کتاب زینب الکبریٰ من المھد الی اللحد کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ خاکسار کے قلم سے ہو چکا ہے۔ سیّدہؑ کے مقام دفن کے لیے کتاب کے الحاقی باب کا مطالعہ کریں۔ (من المترجم عفی عنہ)

مؤرخین کا سیّدہ سکینہؑ پر ظلم

سوال: کچھ کتابوں میں لکھا ہے کہ (نعوذ باللہ خاکم بدہن) حضرت سیّدہ سکینہؑ مغنیہ، شاعرہ اور ادیبہ تھیں۔ آپ کے پاس شعراء اور ادیبوں کی آمدورفت رہتی تھی۔ اس طرح کی روایات ابوالفرج اصفہانی کی کتاب ''الاغانی'' اور عمر کحالہ کی کتاب ''اعلام النساء'' میں پائی جاتی ہیں۔ مذکورہ روایات کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حضرت سکینہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت اور سیرت کا اندازہ حضرت سیّدالشہداء علیہ السلام کے ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا تھا:

واما سکینۃ فغلب علیھا الاستغراق مع اللہ

''جہاں تک سکینہ کا معاملہ ہے تو اس پر ذکرِ الٰہی کا استغراق غالب آچکا ہے''۔

مقصد یہ ہے کہ حضرت سکینہؑ ہر وقت اور ہر آن ذکر پروردگار میں ڈوبی رہتی تھیں۔

حضرت امام حُسین علیہ السلام کے اس فرمان سے ان تمام الزامات کی تردید ہوتی ہے جو کہ سوال میں پوچھے گئے ہیں۔

اس طرح کے خباثت آمیز واقعات سب سے پہلے ابوالفرج اصفہانی نے اپنی کتاب ''الاغانی'' میں لکھے تھے اور یہ شخص اُموی نسل سے تعلق رکھتا تھا اور بدترین دشمن آلِ محمدؑ تھا۔

ویسے بھی اس کی پوری کتاب لہوولعب اور خباثتِ حکایات کا مجموعہ ہے۔

حضرت حبیب بن مظاہرؓ کا مقام

سوال: کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت امام حُسین علیہ السلام نے حضرت حبیب بن مظاہرؓ کو ''مردفقیہ'' کا لقب دیا تھا؟ اور اگر آپؑ نے انھیں یہ لقب دیا تھا تو اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اَربابِ مقاتل نے اس جملہ کو لکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ امام مظلومؑ نے انھیں یہ لقب دیا تھا یا نہیں البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ وہ ''علوم المنایا والبلایا'' کے گنے چُنے حامل افراد میں سے تھے۔ آپ امیرالمومنینؑ اور ان کے حواری میثم تمارؓ اور رشید ہجریؓ کے علوم کے خزینہ دار تھے۔ اس لحاظ سے آپ درجہ اول کے فقیہ تھے اور ان کی فقاہت کامل فقاہت تھی جب کہ ان کی فقاہت صرف احکام دین اور فروعِ دین کے دائرہ تک محدود نہیں تھی۔

سوال: شہید کربلا بُریرؓ کون تھے اور ان کی شخصیت کیا تھی؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حضرت بُریرؓ اپنے زمانہ کے مشہور عابد و زاہد اور قاری قرآن تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں ''شیخ القرّاء'' تھے یعنی تمام قاریوں اور معلّمینِ قرآن کے اُستاد تھے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت بُریرؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے قاری قرآن تھے اور وہ خدا کے صالح ترین بندوں میں سے تھے۔ آپ بہت بڑے بہادر اور دلیر انسان تھے۔ آپ کا تعلق اشرافِ کوفہ سے تھا۔

میدانِ کربلا میں آپ نے دشمنانِ حسینؑ کے سامنے وعظ و نصیحت کی تھی، جس

سے آپ کی ایمانی قوت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت اُم البنینؑ کی تاریخ وفات

اعمش راوی ہیں کہ میں تیرہ جمادی الثانی کے دن امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ فضل بن عباسؑ روتے ہوئے آئے اور انھوں نے کہا کہ میری دادی کی وفات ہوگئی ہے۔

یہ روایت آپ کی نظر میں کس قدر معتبر ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مذکورہ روایت غیر معتبر ہے کیونکہ یہ کسی بھی معروف مصادر میں موجود نہیں ہے۔

سوال: کیا ایسی روایات موجود ہیں جن سے بی بی اُم البنینؑ کی تاریخ وفات متعین ہوتی ہو؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مجھے قدیم مآخذ و مصادر میں بی بیؑ کی وفات کی تاریخ نہیں مل سکی۔ البتہ ایک معاصر نے لکھا ہے کہ بی بیؑ کی وفات تیرہ جمادی الثانی 64ھ میں واقع ہوئی تھی۔

سوال: اگر بالفرض بی بیؑ کی وفات کا دن متعین نہیں تو بی بیؑ کی نذر کے لیے مذکورہ تاریخ درست ہے یا کسی بھی وقت بی بیؑ کی نذر پوری کی جا سکتی ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

بی بیؑ کی تاریخِ وفات متعین نہیں ہے اور قطعی تاریخِ وفات کی احتیاط ناممکن ہے البتہ احتمالی موافقت کے لیے مذکورہ دن میں نذر ادا کی جا سکتی ہے۔

سوال: امیر مختارؒ کس امامؑ کے زمانہ کے فرد تھے؟ اور انھوں نے قاتلین حسینؑ سے بدلہ کیسے لیا تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

امیر مختارؒ امام زین العابدینؑ کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے سولہ ربیع الاول 66 ہجری میں قیام کیا تھا۔ انھوں نے ابراہیم بن مالک اشتر کو سات محرم 67 ہجری میں ابن زیاد لعین سے جنگ کے لیے روانہ کیا تھا۔

حضرت مختار فرمایا کرتے تھے: مجھے کھانا اور پانی اس وقت تک اچھا نہیں لگتا جب تک میں قاتلینِ حسینؑ سے انتقام نہ لے لوں۔

الغرض انھوں نے چُن چُن کر دشمنان اہلِ بیتؑ کو قتل کیا۔ اسی لیے آل محمدؐ کے مخالفین نے ان کی مذمت میں روایات اختراع کیں اور شیعوں کی نظر میں انھیں بے وقعت بنانے کی غرض سے آئمہ معصومینؑ کی زبان سے بھی جھوٹی روایات تخلیق کی تھیں لیکن اللہ نے ان کی تمام سازشوں کو ناکام بنایا اور مختار کی شخصیت کو عزت و احترام عطا کیا۔

سوال: فرزدق (شاعر) نے امام حُسینؑ کا ساتھ کیوں نہ دیا تھا؟ جب کہ راستے میں ان کی امامؑ سے ملاقات بھی ہوئی تھی اور اسے حضرت کے خروج کا علم بھی تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

فرزدق کی ملاقات اس وقت ہوئی تھی، جب آپؑ عازمِ کوفہ تھے اور ابھی تک آپؑ نے کربلا کا عزم نہیں کیا تھا۔ ویسے بھی امام حُسینؑ نے انھیں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت بھی نہیں دی تھی۔

سوال: حضرت سعید بن جّبیر (مشہور تابعی) نے کربلا میں شرکت کیوں نہ کی تھی جبکہ ان کی پیدائش 40 ہجری میں ہوئی تھی اور واقعۂ کربلا 61 ہجری میں پیش آیا تھا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

تاریخ بیان کرتی ہے کہ حجاج بن یوسف نے انھیں ماہ شعبان 94ھ یا 95ھ میں شہید کیا تھا۔ اُس وقت ان کی عمر 49 برس کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت 45ھ یا 46 ھ میں ہوئی تھی اور واقعۂ کربلا کے وقت ان کی عمر پندرہ یا سولہ برس کی تھی اوراس طرح کے نوخیز جوان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ مقامِ شہادت میں قدم رکھے۔

فصل چہارم

شعائرِ حسینیہؑ کے متعلق سوال و جواب

سوال: شعائرِ حسینیہؑ کے احیاء کے مستحب ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

بطورِ تمہید یہ بات سمجھنی چاہیے کہ جب کوئی فقیہ حکم شرعی کا جن ادلہ سے استنباط کرتا ہے تو ان ادلہ کی دو اقسام ہوتی ہیں۔

الف: ادلہ خاصہ:

اس سے وہ ادلہ مراد ہیں جو کسی خاص اور معین موضوع پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مثلاً وہ ادلہ جن سے تُربتِ حسینیہؑ پر سجدہ کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ ان کے لیے خاص موضوع ہے اور وہ تُربتِ سیّدالشہداءؑ ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس موضوع خاص کے لیے حکم خاص موجود ہے اور وہ اس پر سجدہ کا استحباب ہے۔

ب: ادلہ عامہ:

اس سے مراد وہ ادلہ ہیں جو موضوع کلی پر مشتمل ہوتی ہیں اور بہت سے مصادیق پر ان کا انطباق ہوتا ہے۔ وہ کسی مصداق واحد سے مخصوص نہیں ہوتیں۔ مثلاً ایسے ادلہ جو مفلس انسان کے اکرام کے استحباب پر دلالت کرتی ہیں۔

ان ادلہ کا تعلق ایک موضوع کلی سے ہے جس کی بہت سی فردیں ہیں۔ اس میں صدقہ، احترام، تزویج جیسے بہت سے مسائل آتے ہیں۔ اس طرح کی روایات یہ واضح کرتی ہیں کہ اس موضوع کلی کے لیے ایسا حکم کلی موجود ہے جو اس موضوع کے تمام افراد پر مشتمل ہے اور وہ استحباب ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب کوئی فقیہ مقام استنباط میں قدم رکھتا ہے تو اس کے لیے دلائل عامہ میں سے ایک دلیل ہی کافی ہوتی ہے اور وہ اس کو بنیاد بنا کر

موضوع کلی کے تمام افراد کے لیے حکم شرعی کا استنباط کرتا ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ اگر فقیہ کو فقیر انسان کی تزویج کے استحباب کو ثابت کرنا ہو تو وہ اکرام فقیر کی کسی بھی حدیث سے اس کا اثبات کر سکتا ہے۔

اس ابتدائی گفتگو کے بعد یہ کہا جائے گا کہ مجالسِ عزاء، ماتم اور دیگر شعائر حسینیہؑ کے استحباب کے اثبات کے لیے مذہبِ حقّہ کے فقہاء دوسری قسم کی ادلہ سے تمسک کرتے ہیں۔ اگر چہ ان دلائل کا تعلق ادلہ خاصہ سے نہیں ہے لیکن ادلہ عامہ اثبات استحباب کے لیے کافی ہیں۔ ان ادلہ سے تعظیم شعائر کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے آل محمدؐ کے غم کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ غم کے عنوان کے بہت سے عرفی مصادیق ہیں۔ ان مصادیق میں رونا، سیاہ لباس پہننا، کھانا نہ کھانا، اور ماتم وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام مصادیق مستحب ہیں کیونکہ یہ سب کے سب غم وحزن کے عنوان کلی میں شامل ہیں اور اس کا استحباب نص سے ثابت ہے۔

ذیل میں بطور تبرک ہم کچھ روایات نقل کرتے ہیں۔ اس مفہوم کی جملہ روایات اتنی زیادہ ہیں کہ ہم ان کے نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

۱۔ شیخ صدوق نے الخصال میں اپنی اسناد سے ''حدیث اوبعمائۃ'' میں یہ کلمات نقل کیے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَطَّلَعَ عَلَى الْاَرْضِ فَاخْتَارَنَا وَاخْتَارَلَنَا شِيْعَةً يَنْصُرُوْنَنَا وَيَفْرَحُوْنَ لِفَرَحِنَا وَيَحْزَنُوْنَ لِحُزْنِنَا وَيَبْذَلُوْنَ اَمْوَالَهُمْ وَاَنْفُسَهُمْ فِيْنَا

فَاُولٰئِكَ مِنَّا وَاِلَيْنَا وَهُمْ مَعَنَا فِي الْجِنَانِ

”اللہ سبحانہ نے زمین کی طرف نگاہ کی تو ہمارا انتخاب کیا اور ہمارے لیے شیعوں کا انتخاب کیا جو کہ ہماری مدد کرتے ہیں اور ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غم پر غمگین ہوتے ہیں اور ہمارے لیے اپنے اموال اور جانوں کو قربان کرتے ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ان کی بازگشت بھی ہماری طرف ہے اور جنتوں میں وہ ہمارے ساتھ ہوں گے“۔

۲-شیخ ابن قولویہ نے کامل الزیارات میں اپنے اسناد سے مسمع بن عبدالملک سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

رَحِمَ اللهُ دَمْعَتَكَ اَمَا اَنَّكَ مِنَ الَّذِيْنَ يُعَدُّوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَزَعِ لَنَا وَالَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ لِفَرَحِنَا وَيَحْزَنُوْنَ لِحُزْنِنَا

”خدا تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائے تم ان لوگوں میں سے ہو جو ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں اور ہماری غمی پر غمگین ہوتے ہیں“۔

۳-شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے ریان بن شبیب سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

يَا ابْنَ شَبِيْبٍ! اِنْ سَرَّكَ اَنْ تَكُوْنَ مَعَنَا فِي الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجِنَانِ فَاحْزَنْ لِحُزْنِنَا وَافْرَحْ لِفَرَحِنَا وَعَلَيْكَ بِوَلَايَتِنَا

”اے ابن شبیب! اگر مجھے یہ بات اچھی لگے کہ تو ہمارے

ساتھ جنت کے بلند درجات میں رہائش اختیار کرے تو ہماری غمی
پر غم مناؤ اور ہماری خوشی پر خوشی مناؤ اور تم پر ہماری ولایت
واجب ہے''۔

اس کے ساتھ معتبرہ ابنِ سدید کی روایت کو بھی شامل کر لیں اگرچہ اس کی سند ضعیف ہے لیکن عملی شہرت سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور اسی روایت کو ہم نے اپنی کتاب فقہ الصادق جلد 339 / 23 میں نقل کیا ہے۔ اس روایت میں استحباب کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اگرچہ بذات خود وہ اس پر دلالت نہیں کرتی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

ولقد شققن الجیوب ولطمن الخدود الفاطمیات
علی الحسین بن علی علیہ السلام وعلی مثله تلطم الخدود
وتشق الجیوب

''اولادِ فاطمہؑ سے تعلق رکھنے والی خواتین نے حُسین بن علی علیہ السلام پر
گریبان چاک کیے تھے اور چہرے پیٹے تھے۔ حُسینؑ جیسے افراد
پر چہروں کو پیٹا جاتا ہے اور گریبان چاک کیے جاتے ہیں''۔

اس حدیث میں آپؑ نے وعلیه تلطم الخدود نہیں کہا اگر کہا ہوتا تو صرف امام حُسینؑ کے لیے چہرہ پیٹنے کی اجازت ہوتی اور کسی کے لیے جائز نہ ہوتا۔

اس کی بجائے آپؑ نے وعلیٰ مثله تلطم کے الفاظ فرمائے۔ ان الفاظ سے آپؑ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ حکم صرف امام حُسینؑ کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام معصومینؑ کے لیے ہے کیونکہ وہ سب کے سب عصمت وامامت میں حُسینؑ کے مثل ہیں۔

الغرض آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے غم میں مجالسِ عزا کا قیام اور ماتم اور شعائر کا احیاء

اتنا واضح ہے کہ اگر بالفرض ہم اسے ضروریات مذہب کا درجہ نہ بھی دیں تو کم از کم انھیں یقینیات کا درجہ ضرور دیں گے۔ اور یقینیات کی تعریف یہ ہے کہ وہ غیر پر دلالت کرے۔ غیر اس پر دلالت نہ کرے اور جو اس کا انکار کرے یا اس میں شک کرے تو سمجھ لیں کہ اس شخص نے آج تک نقاہت کی خوشبو ہی نہیں سونگھی۔

سوال: شعائرِ حسینیؑ کا شرعی ضابطہ کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حسینیؑ شعائر میں تین باتوں کا خیال رکھنا ازبس ضروری ہے۔

۱-شعائر (نعرے) ایسے ہوں جو امام حُسینؑ پر دلالت کرتے ہوں۔

۲-شعائر سے حزن وغم کا اظہار ہوتا ہو۔

۳-ان میں کسی طرح کا ناجائز اور خلاف شریعت لفظ شامل نہ ہو اور ان سے کوئی خلافِ شریعت مفہوم مترشح نہ ہوتا ہو۔

سوال: کیا یہ جملہ درست ہے کہ: ''جہاں تک شعائر کی بات ہے تو آپ کو شعار بنانے کا کوئی اختیار نہیں ہے اور مجھے بھی شعائر اختراع کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ شعائر کے لیے نبی یا آئمہؑ کی طرف سے نص کا ہونا ضروری ہے۔ شعائر کا تعلق امور توقیفی سے ہے''۔ اس طرزِ تفکر کی آپ کی نظر میں کیا حیثیت ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

میں اس نظریہ سے متفق نہیں ہوں اور یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس کے برعکس دلیل تعظیم شعائر پر دلالت کرتی ہے۔

اور شعائر کے عنوان کی مصادیق کی طرف تطبیق کا تعین مکلّفین کے سپرد کیا گیا ہے۔

سوال: کیا حسینیؑ شعائر کی بنیادیں معصومینؑ کی زندگی میں بھی دکھائی دیتی ہیں یا یہ صرف امامؑ کی مظلومانہ شہادت پر انسانیت کا ردِعمل ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ایک فقیہ و محقق نے کیا ہی خوب فرمایا تھا: مصیبت خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اس پر جزع نزع اور گریہ و بکا کرنا قبیح ہے لیکن صادقِ آلِ محمدؑ نے فرمایا:

''ہر طرح کا گریہ اور جزع نزع مکروہ ہے سوائے امام حُسینؑ کے''۔

قول مشہور کے مطابق کسی مرنے والے کے غم میں گریبان چاک کرنا اور منہ پر خراشیں ڈالنا حرام ہے لیکن صادق آل محمدؑ نے ایک معتبر حدیث میں فرمایا:

''حسینؑ جیسی شخصیت پر گریبان چاک کرنے چاہئیں۔ چہروں پر خراشیں ڈالنی چاہئیں اور رخساروں پر طمانچے مارنے چاہئیں''۔

اپنی جان کو اذیت دینا اور اپنے جسم سے خون نکالنا قابل مذمت فعل ہے۔ بالخصوص بڑے انسانوں کے لیے یہ اور زیادہ معیوب ہے۔ لیکن حضرت حجتؑ زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں:

''میں صبح وشام آپؑ کا نوحہ پڑھتا ہوں اور آنسوؤں کے بدلے خون کے آنسو روتا ہوں''۔

اس سے قبل امام سجاد علیہ السلام نے بھی خون کے آنسو بہائے تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معصومینؑ کی روایات میں شعائرِ حسینیہؑ کی جڑیں موجود ہیں، یہ محض انسانیت کا ردعمل نہیں ہے۔

سوال: کیا حسینیؑ شعائر اسلام کی بقاء کا باعث ہیں؟

شعائرِ حسینیہؑ کی جملہ اقسام جن میں ماتم، گریہ، زنجیروں کا ماتم، قمہ اور تلواروں کا

ماتم اور انگاروں پر چلنا شامل ہیں، ان شعائر کے متعلق جنابِ عالی کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

شعائرِ حسینیہؑ اسلام کی بقاء کا موثر ترین ذریعہ ہیں۔ اس کی تمام اقسام اچھی ہیں بلکہ اچھی اور استحباب سے بھی زیادہ درجہ رکھتی ہیں۔

سوال: مراسمِ عزا میں سے افضل رسم کون سی ہے، جسے ایک مومن ادا کرے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

شعائرِ حسینیؑ میں سے ہر شعار کا اپنا اپنا اثر ہے۔ تمام شعائر پر قدرت کی طرف سے بے حد ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ کسی ایک شعار کو دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہیں ہے۔ اسی لیے مومن کو چاہیے کہ وہ تمام مروجہ شعارات پر عمل کرے تاکہ سب کا ثواب حاصل ہو سکے۔

سوال: اگر کوئی حسینیؑ شعائر جان کو تکلیف دینے کا سبب بنے تو آپ کی نظر میں اس کا کیا حکم ہے؟ مثلاً سخت ماتم یا شدید گریہ کی وجہ سے جان کو نقصان پہنچے تو اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جو مستحبات بیان کیے ہیں اُن کے متعلق کچھ اکابر فقہاء کا فتویٰ ہے کہ اگر وہ کسی زمانہ میں مستحب تھے تو تھے لیکن عصرِ حاضر میں واجب ہیں۔

جب یہ شعائر اس فقیہ کے دور میں واجب تھے تو موجودہ دَور میں تو انھیں ''اوجب'' کا درجہ حاصل ہے۔

آج دین اگر باقی ہے تو یہ حسینیؑ شعائر کی وجہ سے ہی باقی ہے اور جہاں تک جان کو تکلیف دینے کا مسئلہ ہے تو جب تک بات ہلاکت یا اعضاء کے ناکارہ ہونے

تک نہ پہنچے تو ان میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی لیے ہم نے یہ فتویٰ جاری کیا ہے کہ تلواروں اور قمہ کے ذریعہ سے پیشانی سے خون نکالنا جائز ہے اور زنجیروں سے پشت کو سیاہ اور سرخ کرنا جائز ہے۔

حسینیؑ شعائر اور انسانی اسلوب

سوال: حسب ذیل گفتگو کے متعلق جنابِ عالی کا کیا خیال ہے؟

یہ درست ہے کہ حسینیؑ شعائر غم اہلِ بیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ گریہ و بکا غم کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے جبکہ کچھ شعائر و رسومات انسانی جسم کے لیے نقصان دہ تو ہیں لیکن ان سے اظہار غم نہیں ہوتا۔ اگر کسی کا دوست اور رشتہ دار زخمی ہو جائے تو باقی دوست اور رشتہ دار اسکی ہمدردی میں اپنے آپ کو زخمی نہیں کرتے اور یہ کوئی انسانی طریقہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے غم اور احتجاج کا تاثر ملتا ہے۔

آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

کسی بھی چیز کے شرعی ثبوت یا عدم ثبوت کا دارومدار غمگین آواز سے رونے اور خوبصورت نعروں پر نہیں ہوتا۔ اس کی بجائے اس کا دارومدار دلیل و حجت پر ہوتا ہے۔ جبکہ ہمارے پاس ایسے ادلہ موجود نہیں جن سے غم کے اسالیب کی تعبیر کی جا سکے۔

آپ جانتے ہیں کہ ماتم اور قمہ زنی کرنے والے افراد نہ تو تعداد کے لحاظ سے محدود ہیں اور نہ ہی وہ شاذ افراد ہیں۔ ان میں فقہاء، اطباء اور انجینئرز بھی شامل ہیں۔ کیا آپ کے خیال کے مطابق یہ سب انسانی اقدار سے نابلد ہیں اور صرف مقالہ نویس ہی انسانی اقدار سے واقف ہے؟

سوال: کیا شعائرِ حسینیہؑ کا مذاق اڑانا اور شعائر پر عمل کرنے والوں کو حقارت

کی نظر سے دیکھنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حضرت امام حُسین علیہ السلام اور آپؑ کے جانثار ساتھیوں کی قربانی سے رسالت محمدیہؐ کو بقاء حاصل ہوئی ہے اور حسینیؑ انقلابِ انہی حسینیؑ شعائر پر موقوف ہے۔ لہٰذا شعائر کا مذاق اڑانا دراصل اسلام اور رسالتؐ کا مذاق اُڑانے کے مترادف ہے اور اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے۔

سوال: کیا شعائرِ حسینیہؑ میں ریاکاری جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جس طرح سے نماز میں ریاکاری ناجائز ہے، اسی طرح سے شعائر حسینیؑ میں بھی ریاکاری ناجائز ہے۔ البتہ جب آنسو جاری نہ ہو رہے ہوں تو اس حالت میں رونے کی شکل بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس کا ریاکاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سوال: ہر شخص جانتا ہے کہ عبادت بالخصوص نماز میں حضور قلب شرط قبولیت ہے۔ کیا امام مظلومؑ کی یاد منانے سے حضور قلب میں مدد ملتی ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ امام علیہ السلام کے ذکر کو زندہ رکھنا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ یقیناً یہ حضور قلب کا ذریعہ ہے لیکن اس کے کچھ شرائط اور موانع ہیں۔

حسینیؑ شعائر کا توبہ سے ارتباط

سوال: دین اسلام میں توبہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات میں اس پر خصوصی زور دیا گیا ہے۔ تو کیا ایام رمضان توبہ کے دروازے

کھلنے کے ایام ہیں یا ایام محرم میں توبہ کے دروازے کھلتے ہیں؟

جواب: بأسمہ جلّت اسماؤہ:

نصوصِ شریفہ میں بیان ہوا ہے کہ رمضان کا مہینہ توبہ و استغفار کا مہینہ ہے جب کہ ماہِ محرم جوانانِ جنت کے سردار اور فرزند رسولؐ پر غم کا مہینہ ہے اور غم حسینؑ میں بہنے والا آنسو مغفرت کا زینہ ہے لہٰذا انتہائی مناسب ہے کہ روز عاشورا کے لمحات میں انسان توبہ و استغفار کرے۔

غم کی فضاؤں میں زیب و زینت

سوال: کیا ایام محرم میں خوشبو لگانا اور عمدہ لباس پہننا درست ہے؟

جواب: بأسمہ جلّت اسماؤہ:

ماہِ محرم کا پہلا عشرہ غم و اندوہ کا عشرہ ہے۔ ایسے تو ماہ محرم اور ماہ صفر دونوں ہی غم کے مہینے ہیں لیکن محرم کا پہلا عشرہ غم و اندوہ کا مخصوص عشرہ ہے جو بھی شخص امام حُسین علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اسے ان ایام میں ہر طرح کی زیب و زینت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ البتہ میں اس فعل کو فعل حرام قرار نہیں دیتا لیکن اگر زیب و زینت غم حسینؑ کی ہتک کا سبب ہو یا غم حسینؑ سے مذاق کا ذریعہ ہو تو پھر حرام ہے۔ ویسے ایام عزا میں خوشی منانا اور زیب و زینت کرنا نواصب کا شیوہ ہے۔

روزِ عاشورا کے غم میں شامل ہونے والے کا حکم

سوال: جنابِ عالی! مَیں ایک فرم میں ملازمت کرتا ہوں جبکہ فرم کے مالکوں نے روزِ عاشورا مجھے چھٹی نہیں دی تھی اور مَیں روزِ عاشورا کی غمگساری میں شرکت سے محروم ہو گیا تھا، جس کا مجھے شدید دکھ ہے۔ اب میں اس کی تلافی کے لیے کیا کروں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مراسم عاشورا میں شرکت افضل ترین مستحب فعل ہے بلکہ اس دن کا افضل ترین عمل ہے۔ اگر آپ کی کمپنی نے آپ کو چھٹی نہیں دی تو پھر روز عاشور کی جو تنخواہ ملے، اُسے ماتمی عزاداروں کی سبیل یا لنگر میں شامل کر دیں۔

غمِ شہدائے کربلا میں عقل و جذبات کے مابین ارتباط

سوال: ایک شخص یہ کہتا ہے کہ جو مراسم عزا ہمارے درمیان رائج اور متداول ہیں۔ ابتداء میں یہ مراسم انسانی جذبات کو بیدار کرنے کے لیے وضع کیے گئے تھے لیکن اب ان میں بہت سی خرافات داخل ہو چکی ہیں اور آہستہ آہستہ یہ حالت بن گئی کہ عوام الناس جذبات بیدار کرنے کے لیے خرافات سے محبت کرنے لگے ہیں اور جب ہم عقل کی روشنی میں واقعاتِ کربلا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں ان سے عبرت و نصیحت حاصل ہوتی ہے اور ان واقعات کا موجودہ مراسم سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

موجودہ مراسم کا عزاداری سے کوئی واسطہ نہیں ہے کیونکہ اب یہ مراسم اتنے فرسودہ ہو چکے ہیں کہ ان سے گریہ و بکا میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ میرا سوال یہ ہے کہ مراسم عزاداری میں کون سی خرافات پائی جاتی ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

آپ نے جس مقالہ کا ذکر کیا ہے، اس سے حضرت سیّدالشہداءؑ کے غم کی توہین کی گئی ہے کیونکہ مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عزاداری کا تعلق صرف جذباتی دنیا سے ہے اور اس کا عقل و خرد سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ حالانکہ عقل و عزاداری دونوں میں چولی دامن کا رشتہ پایا جاتا ہے۔

امام عالی مقامؑ نے ایسے افعال سرانجام دیئے تھے، جن سے انسانی جذبات

بیدار ہوئے تھے اور عزاداری وجود میں آئی اور یہی عزاداری لوگوں کو امام علیہ السلام کے مشن کی طرف متوجہ کرتی ہے۔

سوال: کیا عزاداری اور عقل کا آپس میں کوئی جوڑ ہے؟

حضرت امام حُسین علیہ السلام کے مشاق جو مراسم ادا کرتے ہیں کیا ان مراسم کا عقل سے بھی کوئی جوڑ ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس مرحلہ پر عقل کا یہ کام ہے کہ وہ دو اہداف کی طرف توجہ کرے۔

۱- یہ عمل عاشورہ کی چنگاری کے بقا کا ذریعہ ہے اور پورے جہان کے لیے مشعلِ نُور ہے۔ معصومینؑ کا فرمان ہے:

''ہمارے امر کو زندہ رکھو اور جو ہمارے امر کو زندہ رکھے خدا اس پر رحمت نازل کرتا ہے''۔

۲- اس سے ان اہداف کی طرف توجہ دی جائے جن کا امام حُسین علیہ السلام نے اعلان کیا تھا اور ان اہداف کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں برپا کرنے کی جدوجہد کرے۔

امام حُسینؑ پر جزع نزع کا استحباب

سوال: امام حُسین پر جو جزع مطلوب ہے اس کی حدود کیا ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

''جزع'' صبر کا متضاد ہے اور انسان پر جو مصائب آئیں ان میں جزع کا اظہار نہیں کرنا چاہیے البتہ! امام حُسینؑ کا غم اس سے مستثنیٰ ہے۔ آپؑ کا غم مطلوب و محبوب ہے اور اس کے بہت سے مصادیق ہیں۔ مثلاً چہرہ پیٹنا، گریبان چاک کرنا اور

چہرے پر خراشیں پیدا کر کے خون کا نکلنا اور اس جیسے دوسرے اعمال وافعال۔

سر اور پشت کو زخمی کرنا

سوال: امام حُسین علیہ السلام کے لیے جزع جائز ہے۔ یہ فرمایئے کہ کیا تلواروں سے سر پر زخم کرنا اور زنجیروں سے پشت کو زخمی کرنا اور آگ پر چلنا بھی موضوع جزع کا حصّہ ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

تلواروں سے سر پر ضربیں لگانا اور زنجیر سے پشت کا زخمی کرنا جزع کا واضح مصداق ہے اور اہم راہ نجات ہے۔

سوال: کیا فقراء کو صدقہ دینا افضل ہے یا عزاداروں کو کھانا کھلانا افضل ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اسلام اگر آج قائم ہے تو حسینیؑ انقلاب کی وجہ سے قائم ہے اور حسینیؑ انقلاب شعائرِ حسینیہؑ سے قائم ہے لہٰذا ان شعائر کا زندہ رکھنا تمام مستحبی اعمال سے افضل ہے۔

غم حسینؑ میں آنکھیں زخمی کرنا

سوال: امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے: ''شہادت حسینؑ کے دن نے ہماری آنکھوں کو زخمی کیا اور ہمارے آنسو جاری کرائے''۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس حدیث کی سند ضعیف ہے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو بھی اس کی دلالتوں پر اعتراض ممکن ہے، اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مذکورہ بالا حدیث کو شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے امالی میں بیان کیا ہے۔ حدیث کے رواۃ یہ ہیں۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث شیخ جعفر بن محمد بن مسرور سے، اس نے حسین بن محمد بن عامر سے، اس نے اپنے چچا عبداللہ بن عامر سے، اس نے ابراہیم بن محمود سے، اس نے امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔

پورے سلسلہ سند میں صرف ابن مسرور ہی ایسا ہے جس پر کچھ علمائے رجال نے توقف کیا ہے لیکن اس کی وثاقت ثابت ہے۔ شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر مقامات پر اس کے نام کے ساتھ "رحمہ اللہ" یا "رضی اللہ عنہ" لکھا ہے۔

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بہت سے متاخرین نے بھی اس کی توثیق کی ہے اور یہ توثیقات ہمارے لیے کافی ہیں۔ حضرت وحید بہبہانی نے ایک احتمال پیش کیا ہے کہ یہ شخص دراصل جعفر بن قولویہ ہیں۔ اگر اس دعویٰ کو صحیح مان لیا جائے (جب کہ ایسا ہونا بعید بھی نہیں) تو پھر یہ توثیق کا بلند ترین مقام شمار ہوگا۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ یہ حدیث کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو روایات میں ان مقاصد کا ذکر بھی موجود ہے اور اس پر اعتراض کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

استحبابِ بُکاء کے دلائل

سوال: کون سے دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام علیہ السلام کے مصائب پر ہمیشہ گریہ و بکا کرتے رہنا چاہیے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس کے دلائل میں روایات مستفیضہ بلکہ متواترہ موجود ہیں جو کہ استحبابِ بُکاء پر دلالت کرتی ہیں۔

مثلاً ریان بن شبیب سے مروی صحیح السند حدیث میں امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا:

يَا ابْنَ شَبِيْبٍ اِنْ كُنْتَ بَاكِيًا فَابْكِ الْحُسَيْنِ بْنَ عَلِيٍّ

''اے ابن شبیب! اگر تُو رونا چاہتا ہے تو پھر حسینؑ بن علیؑ پر رویا کر''۔

سوال: کیا مجالسِ عزاء و ماتم مستحب ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کا استحباب ضروریات مذہب میں سے ہے تو وہ خطا کار نہیں ہوگا۔

سوال: کیا مجالس میں شرکت ضروری ہے اس کی بجائے اگر انٹرنیٹ پر مجلس سن لی جائے تو کیا حرج ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

انعقادِ مجلس میں صرف یہ فلسفہ کارفرما نہیں ہے کہ لوگ آئیں اور آکر مجلس سن جائیں۔ اس کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ مومنین ایک مقام پر جمع ہوں اور ان کا اجتماع طاغوت کے لیے نقصان دہ ثابت ہو۔ امام رضا علیہ السلام سے یہ الفاظ منقول ہیں:

مَنْ جَلَسَ مَجْلِسًا يُحْيِىٰ فِيْهِ اَمْرُنَا لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ لَمُوْتُ الْقُلُوْبُ

''جو کوئی ایسی مجلس میں شرکت کرے جس میں ہمارے امر کو زندہ کیا جارہا ہو تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دوسرے دل مر رہے ہوں گے''۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

اِنَّ تِلْكَ الْمَجَالِسَ اُحِبُّهَا فَاَحْيُوْا اَمْرَنَا فَرَحِمَ اللهُ مَنْ اَحْيَا اَمْرَنَا

"میں ان مجالس کو پسند کرتا ہوں پس! تم پر لازم ہے کہ ہمارے امر کو زندہ رکھو، اللہ اس پر رحم فرمائے جو ہمارے امر کو زندہ کرے"۔

یاد رکھیں! اجتماع کی اپنی ایک اہمیت ہوا کرتی ہے اور اسی سے شعائرِ حسینیہ کی تعظیم واضح ہوتی ہے۔ مذہب کی عظمت و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے اور مذہب کی قوت سامنے آتی ہے۔ ان فوائد کی وجہ سے مجالس میں شرکت کرنا ضروری ہے۔

منبر حسینیؑ کے خطیبوں کی توہین کرنا

سوال: کیا منبر حسینیؑ کے خطیبوں کی توہین کرنا اور ان کے متعلق یہ کہنا کہ یہ لوگ عوام الناس کو بے وقوف بناتے ہیں اور ان کی گفتگو خواب و خیال پر مبنی ہوتی ہے جبکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہے۔

کیا اس طرح کے ریمارکس سے خطیبوں کی توہین کرنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

خدا منبر حسینیؑ کے خطیبوں کو مزید عزت عطا فرمائے۔ ان لوگوں کا حسینیتؑ کے پرچار میں اہم کردار ہے۔ یہ وہ خوش نصیب ہیں جو امام مظلومؑ کی قربانیوں کو واضح کرتے ہیں اور شعائر حسینیہؑ کی تائید کرتے ہوئے بقائے اسلام کا سبب بنتے ہیں لہٰذا ان کی توہین و تنقیص کرنا شرعاً جرم اور حرام ہے۔

منبر حسینؑ پر سیاسی گفتگو

سوال: کیا منبر حسینیؑ پر اور مجالس عزاء میں سیاسی گفتگو اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مجالسِ عزاء اور منبر حسینیؑ کا مقصد امر اہلِ بیتؑ کو زندہ رکھنا ہے لہٰذا سیاسی موضوع کا تعلق دین و شریعت سے ہو اور ملت کی سربلندی کے لیے ہو (بشرطیکہ محض سیاست بازی نہ ہو) تو بالکل جائز ہے۔ اس کے لیے شرعی موازین کی پاسداری ضروری ہے۔

سوال: کیا بچوں کو مجالسِ عزاء اور مجالسِ فاتحہ میں لے جانا درست ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

بچوں کو ان محافل میں لے جانے میں کوئی شرعی رکاوٹ نہیں ہے بلکہ یہ عمل انتہائی بہتر ہے۔ اس سے بچوں میں مذہبی خیالات راسخ ہوتے ہیں اور دینداری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

سوال: کیا ضرورت سے زیادہ حسینیہ جات کا بنانا درست ہے؟

جنابِ عالی! میں حضرت سیّدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کے نام پر عزاخانہ تعمیر کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن کچھ دوستوں نے مجھے اس سے منع کیا ہے اور کہا ہے کہ حسینیہؑ جات کی کثرت اہل مذہب کی تفریق کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

میں یہ سمجھتا ہوں کہ حسینیہ جات تفریق ملّت کا سبب نہیں بنتے۔ حسینیہ جات کی تعمیر اور آئمہؑ کی اولاد سے انھیں منسوب کرنا انتہائی بہتر ہے بشرطیکہ نیت نیک ہو۔

سوال: کیا عزاداروں کے قیام و طعام کے لیے سہم امام سے استفادہ جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

میں آپ حضرات کو اجازت دیتا ہوں کہ ضرورت کے مطابق آپ اس پر خرچ کر سکتے ہیں۔

میں آپ حضرات کو نصیحت کرتا ہوں کہ اخلاص عمل پیدا کریں اور حضرت سیّد الشہداءؑ کے اہداف کی نشرواشاعت کریں اور ذاتی نام ونمود سے پرہیز کریں۔ آپ لوگوں کا ہر عمل خدا کی قربت اور سلطان عصر امام زمانہؑ کی رضامندی کے لیے ہونا چاہیے۔

مساجد اور عزاخانوں سے دُوری

سوال: جنابِ عالی! ہم قطیف کے ایسے علاقہ میں رہتے ہیں جہاں کے نوجوان مساجد اور عزاخانوں کا رُخ نہیں کرتے اور علماء سے دُور رہتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ ہماری اس نسلِ نو کو سمجھائیں تاکہ وہ مساجد اور عزاخانوں سے دلچسپی لیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

آپ پر اور جملہ مومنینِ قطیف پر سلام ہو۔

آپ نے اپنے نوجوانوں کی جو حالت تحریر کی ہے، اس سے ہمیں دکھ پہنچا ہے۔ جب کہ مسجد، عزاخانہ اور علماء ہی دین داری کا ذریعہ ہیں اور انہی کے ذریعہ سے ہی انسان فکری انحرافات اور ذہنی کج روی سے محفوظ رہتا ہے۔

ہم آپ کی نوجوان نسل کی کامیابی اور دین سے وابستگی کے لیے دعا کرتے ہیں اور نئی نسل کے افراد سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مساجد و حسینیہ جات سے

وابستگی اختیار کریں کیونکہ مساجد اور حسینیہ جات ہی فکری سربلندی اور حرارت ایمانی کا باعث ہیں اور یہی راہِ ولایت سے تمسک کی درس گاہ ہیں۔ ہم نے جہاں نسلِ نو کو نصیحت کی ہے تو وہاں اس علاقہ کے بزرگوں کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ خدارا اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سوال: آپ ہمیں کسی ایسے حسینیؑ خطیب کی رہنمائی فرمائیں جو فی الواقع خطیب ہو اور وہ اسی طریق کار پر عمل پیرا ہو جسے آپ پسند کرتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس کے لیے کسی مخصوص خطیب کی نشاندہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر وہ خطیب جو اپنے خطبات سے آئمۂ اہلِ بیتؑ سے مودت اور ان کے اوامر پر عمل کرنے کی ترغیب لائے اور لوگوں کے اذہان میں آلِ محمدؐ کی مظلومیت کو راسخ کرے تو ایسے خطیب کے منبر کے نیچے بیٹھنا سعادت ہے۔

سوال: اگر ماتم اور طمانچوں کی وجہ سے چہرہ سرخ یا بدن سیاہ ہو جائے تو ایسے ماتم کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ایسی سخت عزاداری جس سے سینہ سرخ یا سیاہ ہو جائے تو وہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ راجح اور مطلوب بھی ہے اور اس طرح کی عزاداری شعائر حسینیہؑ میں شامل ہے۔

سوال: ہاتھ سے سینہ پیٹنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ہاتھ سے سینہ کا ماتم بہت ہی اچھا ہے۔ اگر کوئی مجتہد اس کی وجوب کا فتویٰ صادر کرے تو اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

سوال: کیا قمیص اتار کر اور سینہ ننگا کر کے ماتم کرنا جائز ہے؟ جب کہ ماتم گلیوں اور سڑکوں پر ہو؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جی ہاں! ایسا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ عورتیں وہاں موجود ہی کیوں نہ ہوں البتہ! عورتوں کے لیے ان کے ننگے سینوں کی طرف دیکھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: اصحاب معصومینؑ کے لیے مجلس و ماتم کا انعقاد

کیا حضرت اُم البنینؑ کی یاد میں ماتم کرنا جائز ہے یا یہ بدعت ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جو شخص اسے ''بدعت'' قرار دیتا ہے تو اُسے بدعت کا مفہوم ہی معلوم نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق امور راجحہ اور مستحب اطاعات کے ساتھ ہے۔

سوال: حضرت اُم البنینؑ کی یاد میں مجلس و ماتم جائز ہے؟ جبکہ حضرت سیّدہ معصومہ نہیں تھیں۔ اس کے لیے آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر مجلس و ماتم کا انعقاد چودہ معصومینؑ کے علاوہ کسی اور کے لیے ناجائز ہوتا تو پھر حضرت ابوالفضل العباسؑ، شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبرؑ، اور شریکۃ الحسین خلیلہ کربلا حضرت زینب کبریٰ (سلام اللہ علیہم اجمعین) اور دیگر شہدائے کربلا کے لیے بھی مجلس و ماتم کا انعقاد ناجائز ہوتا لیکن آج تک کسی نے یہ جسارت نہیں کی۔ علماء کا تو مقام نہایت بلند ہے آج تک کسی عاصی شیعہ نے بھی اس طرح کی جسارت کا مظاہرہ نہیں کیا۔

ذاتی طور پر میں ان لوگوں کے حق میں ملتمسِ دُعا ہوں جو سیّدہ اُم البنینؑ کا غم اور ان کی یادگار مناتے ہیں۔

سوال: جنابِ عالی! کربلا معلّٰی میں روزِ عاشور مخصوص قسم کی عزاداری ہوتی ہے جسے ''عزائے طویریج'' کہا جاتا ہے۔ کیا وہ بدعت ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مذکورہ عزاداری کا تعلق شعائرِ حسینیہؑ سے ہے۔ اسے بدعت کہنے والے کو بدعت کی تعریف کا علم ہی نہیں ہے۔

سوال: کیا زنجیروں کا ماتم جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ہاں! نہ صرف جائز ہے بلکہ عزائے آئمہؑ بالخصوص غمِ حسینؑ میں حسن اور راجح ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ عمل افضل قربات میں سے ہے تو بھی مَیں مبالغہ کرنے والا قرار نہیں پاؤں گا۔

سوال: مراسم عزا میں زنجیر اور قمہ کے استحباب کی شرعی دلیل کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یہ اُمورِ بذاتِ خود جائز ہیں اور جب یہ عزائے حسینؑ کے مراسم میں استعمال ہوں تو پھر انھیں حسینیؑ شعائر کہا جاتا ہے اور دین حق کی بقاء ان سے قائم ہے۔ یہ قطعی طور پر مستحب ہیں۔ میں انھیں واجب کفائی نہیں کہتا لیکن اگر کوئی مجتہد ان کے متعلق واجب کفائی کا فتویٰ جاری کر دے تو میں اسے خطا کار نہیں کہوں گا۔

دیگر معصومینؑ کی شہادتوں پر زنجیر زنی کا استحباب

سوال: جنابِ عالی! ہماری ایک ماتمی انجمن ہے۔ ہم ماہ محرم اور اربعین کے

موقع پر زنجیر زنی کرتے ہیں۔ کیا امام زین العابدینؑ اور حضرت زینب کبریٰؑ اور دیگر آئمہ معصومینؑ کی شہادت پر بھی زنجیر زنی جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

دیگر معصومینؑ اور حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ اجمعین کے ایام شہادت پر زنجیر زنی کا جلوس جائز ہے۔ یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ''حسن'' ہے اور اس کا تعلق ان شعائر سے ہے جن کی تعظیم کا خدا نے حکم دیتے ہوئے یہ فرمایا ہے:

وَمَنۡ يُّعَظِّمۡ شَعَآٮِٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنۡ تَقۡوَى الۡقُلُوۡبِ۝۳۲

(سورۂ حج: ۳۲)

''جو خدا کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ قلباً متقی ہے''۔

سوال: جلوسِ عزا میں زنجیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے یہ قمہ کی طرح مستحب اور راجح ہے اور یہ شعائر دین میں سے ہے۔

سوال: چھریوں والے زنجیروں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ ہاں! اگر وہ موت یا سخت ضرّر کا ذریعہ ثابت ہوں تو پھر جائز نہیں ہے۔

سوال: قمہ زنی کے استحباب کے بارے میں آپؑ کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ایسی قمہ زنی جو باعثِ ہلاکت نہ ہو بذاتِ خود جائز ہے اور غمِ حسین علیہ السلام میں

یہ احسن عبادت ہے اور بقائے اسلام کے لیے مؤثر حسینیؑ شعار ہے۔

سوال: قمہ زنی کے استحباب کی شرعی دلیل کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

شعائرِ حسینیہؑ سے قطع نظر قمہ زنی جائز ہے اور حجامت (قصد) کے عنوان سے اس کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر حجامت کے مقامات عین قمہ زنی کی شکل میں ہیں البتہ اس کے عدم جواز کی بس یہی صورت ہے کہ اس سے انسان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو یا کسی عضو کے معطل ہونے کا خوف ہو اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کے جواز میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ بالخصوص سیّدالشہداءؑ کی عزاداری میں یہ اہم مطلوب شرعی ہے۔

واقعۂ کربلا کے غم کے اظہار کے لیے اس کا جواز راجح مؤکد ہے کیونکہ اسلام کی بقاء شہادتِ حسینؑ سے ہوئی ہے اور شہادتِ حسینؑ کا اعلان ان مراسمِ عزا ہی سے ہوتا ہے اور ان مراسم میں قمہ زنی کا بڑا مقام ہے۔

سوال: جنابِ عالی! قمہ زنی کے جواز کے فتویٰ کی وجہ بیان فرمائیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

فقہ میں بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر عمل مباح ہوتا ہے جب تک معتبر دلیل شرعی سے اس کی حرمت ثابت نہ ہو اور جس عمل کی حرمت موجود نہ ہو تو وہ عمل جائز اور مباح ہوتا ہے۔

قمہ زنی ویسے تو ایک مباح فعل ہے اور جب اس کا استعمال غمِ حسینؑ کے لیے ہو تو وہ شعائرِ الٰہی کا درجہ حاصل کر لیتی ہے اور اس صورت میں وہ راجح اور مستحب قرار پاتی ہے اور یہ حسینی وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے اور سفینۂ نجات کے ابواب میں سے ایک باب ہے۔ ایک بزرگ عالمِ دین نے کیا ہی خوب فرمایا تھا کہ غمِ حسینؑ میں قمہ اور

زنجیر دراصل ھل من ناصر ینصرنا کے استغاثہ کا عملی جواب ہے۔ اگر کوئی متبحر فقیہ ان ایام میں اس کے واجب کفائی ہونے کا فتویٰ جاری کر دے تو اس کے فتویٰ کی مخالفت درست نہیں ہوگی۔

سوال: کیا قمہ زنی اور زنجیر زنی مذہب کی توہین ہے؟

جنابِ عالی! آپ تو قمہ زنی وغیرہ کے جواز و مستحب ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں جب کہ لوگ ہمارا یہ عمل دیکھ کر ہمارا مذاق اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز مخالفین کی تشنیع کا موجب ہے۔ ایسا فعل جو مذہب اور اہلِ مذہب کی توہین و تذلیل کا باعث ہو تو اسے جائز اور مستحب کیوں کر کہا جا سکتا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

کسی بھی فعل کے جائز ہونے کا دارومدار اس بات پر نہیں ہے کہ مخالف اس کا مذاق نہ اُڑائیں۔

یہ فرمائیں کہ اسلام کا وہ کون سا عمل ہے جس پر مخالفین اعتراض نہیں کرتے تو کیا ان کے اعتراض کو دیکھ کر ہم اسلام کے احکام پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے؟

قرآنِ کریم میں اللہ نے فرمایا ہے:

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا

”جب تم نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو مخالفین تمہارا مذاق اُڑاتے ہیں“۔ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۸)

کیا اس مذاق کی وجہ سے رسول خداؐ نے اذان کہلانا چھوڑ دیا تھا؟

سوال: قمہ زنی کا فلسفہ کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قمہ زنی سے امام حُسین علیہ السلام کے لیے فدائیت کا اظہار ہوتا ہے اس سے شعائرِ دین کی تعظیم کا اظہار ہوتا ہے اور سیّدالشہداءؑ کے ذکرِ خیر کی بقاء کا جذبہ منعکس ہوتا ہے اور اہلِ ایمان اس طرح سے اپنے امام زمانہؑ کے حضور اپنی فداکاری اور قربانی کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

سوال: جنابِ عالی! آپ کو قمہ زنی پر اصرار کیوں ہے؟ جبکہ اس سے جان کو نقصان پہنچتا ہے اور مذہب کی توہین ہوتی ہے؟ اور اغیار یہ کہتے ہیں کہ یہ وحشی پن ہے مگر آپ اس کے جواز پر اصرار کرتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

یہ شعائر حضرت سیّدالشہداءؑ اور ان کے اہلِ بیتؑ کے مصائب پر غم کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان شعائر سے اَمرِ اہلِ بیتؑ کا احیاء ہوتا ہے اور ان کے مصائب کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کا تعلق شعائر دین سے ہے اور شعائر اللہ کے احترام کا خدا نے حکم دیا ہے۔

اگر آپ اغیار کے اعتراضات کو توہین مذہب سمجھتے ہیں تو پھر جب مسلمان بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں تو غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ ایک پتھر کے کوٹھے میں کیا پڑا ہے کہ مسلمان اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں؟

اسی طرح جب آپ صفا و مروہ میں سعی کرتے ہیں اور جمرات میں پتھر مارتے ہیں تو غیر مسلم مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم غیر مسلموں کے مذاق کو دیکھ کر مناسک حج سے توبہ کر لیں۔ اسی طرح جب آپ قمہ زنی اور زنجیر زنی کرتے ہیں تو مخالف آپ پر ہنستے ہیں جیسا کہ آپ نے مخالفین کی وجہ سے مناسکِ حج کو نہیں چھوڑا تو مخالفین کی وجہ سے

حسینیؑ شعائر کو بھی مت چھوڑیں۔

سوال: قمہ زنی کی حرمت کے لیے ضرر کی حد کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قمہ زنی مستحب حسینیؑ شعائر میں سے ہے اور اس سے تخیلاتی نقصان خون کا نکلنا ہے جبکہ فصد وحجامت میں بھی تو خون ہی نکالا جاتا ہے۔ الغرض خون نکالنے کی وجہ سے قمہ زنی حرام نہیں ہوگی۔ البتہ اگر ماتمی کو پہلے سے علم ہو کہ یہ ماتم باعث ہلاکت ہو گا تو اس صورت میں اسے ایسے ماتم سے پرہیز کرنا چاہیے۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ قمہ زنی بذات خود حرام نہیں ہے صرف خدشہ ہلاکت کی وجہ سے اس پر حرمت کا حکم عائد کیا جاتا ہے۔

زنجیر زنی اور قمہ زنی اور متعدی امراض

سوال: جنابِ عالی! میں ایک مستند ڈاکٹر ہوں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ زنجیر زنی اور قمہ زنی کو جائز سمجھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جب تک اس سے موت کا اندیشہ نہ ہو تب تک وہ جائز ہے۔ اس حقیقت کو آپ بھی جانتے ہیں اور ہم بھی جانتے ہیں کہ دور حاضر میں اکثر بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جو کہ خون اور لمس سے دوسروں کو لگ جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ بیماریاں حتمی ہلاکت کا سبب بھی ہوتی ہیں۔ ان میں ایڈز اور کالا یرقان جیسی بیماریاں سرِفہرست ہیں۔ بعض اوقات ایک بیمار کا خون تندرست آدمی پر گرتا ہے تو تندرست شخص فوراً اس سے متاثر ہوتا ہے اور بیماری کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔ مہربانی فرما کر فتویٰ دیتے وقت اس حقیقت کو بھی مدِنظر رکھ لیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ہم نے اپنے بہت سے جوابات میں واضح کیا کہ قمہ زنی سے حضرت سیّدالشہداءؑ

کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ اسی لیے ہم نے یہ کہا ہے کہ یہ عمل افضل مستحبات میں سے ہے اور اس سے شعائرِ الٰہی کی تعظیم کا اظہار ہوتا ہے۔

آپ یہ جانتے ہیں کہ حجامت و فصد میں بھی سر سے خون نکالا جاتا ہے اور قمہ سے بھی سر سے خون کا اخراج ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جتنے فوائد حجامت اور فصد سے حاصل ہوتے ہیں وہ تمام قمہ زنی سے بھی حاصل ہوتے ہیں۔ باقی رہ گیا آپ کا طبعی سوال تو آپ کا سوال ''ماضی شکیہ'' کی صنف سے تعلق رکھتا ہے یعنی احتمال ہے کہ ایسا ہو جائے ویسا ہو جائے۔ جبکہ شرعی مسائل کو احتمال کی بنیاد پر ختم نہیں کیا جا سکتا۔

متعدی بیماری والے شخص کی قمہ زنی

سوال: جنابِ عالی! ایک شخص بیمار ہے اور وہ متعدی مرض میں مبتلا ہے اور اس کی مرض کا تعلق خون سے ہے۔ کیا وہ لوگوں کے اجتماع میں شامل ہو کر قمہ زنی کرے۔ یا اپنے گھر میں بیٹھ جائے تا کہ اس کی بیماری دوسرے عزاداروں تک نہ سرایت کرے۔ مذکورہ بالا دو افعال میں سے اسے کس پر عمل کرنا چاہیے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر اسے یہ یقین ہو کہ اس کی قمہ زنی کی وجہ سے دوسرے عزادار متاثر ہوں گے تو اسے عزاداروں کے جھرمٹ میں قمہ زنی نہیں کرنی چاہیے۔

سوال: کیا آئمہؑ ہدیٰؑ نے بھی قمہ زنی کی تھی اور زنجیر مارتے تھے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قمہ اور زنجیر زنی کا تعلق حسینیؑ شعائر سے ہے جو کہ دین کی بقاء کا ذریعہ ہیں۔ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے متعلق ہمیں کوئی ایسی روایت نہیں ملی کہ انھوں نے قمہ زنی یا زنجیر زنی کی ہو۔ البتہ! انھوں نے اس شعار کے ضوابط ضرور بیان کیے تھے۔

سوال: قمہ زنی بہتر ہے یا خون کا عطیہ دینا بہتر ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قمہ زنی اہم اور افضل ہے۔ البتہ! اگر کسی انسان کی جان خون کے عطیہ پر منحصر ہو تو پھر خون کا عطیہ بہتر ہے۔

سوال: اگر کسی جوان کو اس کا والد قمہ زنی سے منع کرے تو کیا پھر بھی اُسے قمہ زنی کرنی چاہیے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر والد کسی کو منع کرے اور قمہ زنی کی وجہ سے اُس کے والد کو اذیت ہوتی ہو تو بیٹے کو قمہ زنی نہیں کرنی چاہیے۔

کمسن بچوں کی قمہ زنی

سوال: کیا والد کو اپنے بیٹے پر حقِ ولایت حاصل ہے کہ وہ اپنے کمسن بیٹے کا خون قمہ زنی کے ذریعے سے نکالے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

باپ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ قمہ زنی کے ذریعہ سے بیٹے کا خون نکالے البتہ! شرط یہ ہے کہ بچہ کی ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو یا اس کے کسی عضو کے ماؤف ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

سوال: کیا غیر ممیز بچے کے ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قمہ زنی کے وقت بچے کو قمہ مارے؟ یا اسے اس کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ ولایت میں یہ بات شامل نہیں ہوتی؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگر بچے کی قمہ زنی اس کے لیے موجب اذیت نہ ہو تو ایسا کرنا ولی کے لیے جائز ہے۔

معصومینؑ کی شہادت پر قمہ زنی کرنا

سوال: جنابِ عالی! کیا نبی اکرمؐ کی وفات اور امیر المومنینؑ اور دیگر آئمہؑ کی شہادت کے دن قمہ زنی کرنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جو چیز امام حُسین علیہ السلام کے لیے جائز ہے وہ دیگر معصومین علیہم السلام کے لیے بھی جائز ہے۔ اس میں کسی طرح کا استثناء نہیں ہے۔

سوال: جنابِ عالی! ہمارا تعلق بحرین سے ہے۔ اس وقت ہمارے اندر دو گروہ بن چکے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روز عاشور کچھ عزاداروں نے قمہ زنی کی تو اُن کے مقابلہ میں کچھ اور عزادار آ گئے اور انھوں نے انھیں سخت بُرا بھلا کہا اور دونوں گروہوں میں خوب تو تکار ہوا۔ ہمارے لیے کیا حکم ہے کہ ہم قمہ زنی کے مخالفین کا ساتھ دیں یا قمہ زن عزاداروں کا ساتھ دیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

شبِ عاشور یا روز عاشور قمہ زنی بڑی عبادت ہے اور یہ حسینیتؑ کا اہم شعار ہے۔ لہٰذا ان ماتمی عزاداروں کو اس سے منع کرنا درست نہیں ہے۔ اس کی بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ میں ذاتی طور پر اس توفیق سے بچند وُجوہ محروم ہوں لیکن اس کے باوجود قمہ زنی کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں اور خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن مجھے بھی ایسے ہی عزاداروں کے ساتھ محشور فرمائے۔

قمہ زنی کی وجہ سے اختلاف پیدا نہ کریں؟

سوال: جنابِ عالی! کیا قمہ زنی کے متعلق علماء میں اختلاف ہے اور جو علماء اس مسئلہ میں آپ سے اختلاف کرتے ہیں تو کیا ہم ایسے علماء کو برے الفاظ سے یاد کرسکتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اگرچہ اہلِ فتویٰ فقہاء کا مشہور فتویٰ یہ ہے کہ قمہ زنی جائز ہے اور اس کا تعلق شعائرِ حسینیہؑ سے ہے۔ اس کے باوجود جو اہلِ رائے وفتویٰ اس مسئلہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں تو انھیں بُرے الفاظ سے یاد کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انھیں اشتباہ ہوا ہو۔

سوال: جو علماء اس فتویٰ میں آپ سے اختلاف کرتے ہیں تو کیا ہمیں ان علماء کی مخالفت کرنا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

موضوعات کی تشخیص میں مناقشہ جائز ہے لیکن مناقشہ کا حق صرف اسے حاصل ہے جس کے پاس اہلیت (اجتہاد) ہو۔

سوال: وہ عوام الناس جو ایسے علماء کی تقلید کرتے ہیں جو آپ سے اختلاف کرتے ہیں تو کیا ایسے عوام سے مناقشہ جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

وہ لوگ چونکہ کسی جامع الشرائط فقیہ کی تقلید کرتے ہیں اسی لیے ان سے مناقشہ جائز نہیں ہے۔

سوال: کیا ہم پر یہ واجب ہے کہ ان عوام کو قانع کریں جو ایسے علماء کی تقلید

کرتے ہیں جو آپ سے فتویٰ میں اختلاف رکھتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ہرگز نہیں! جو شخص کسی ایسے عالم دین کی تقلید کرتا ہے جس کی اعلمیت، تقویٰ اور مرجعیت کی اہلیت اس کے لیے ثابت ہو تو زیادہ سے زیادہ ایسے افراد کے لیے یہی کہا جا سکتا ہے کہ اُنھیں ایسے مورد میں اشتباہ ہوا ہے لیکن اس وجہ سے تقلید کی طرف رجوع کرنا لازمی نہیں ہوتا کیونکہ اس کا تعلق موضوعات سے ہے احکام سے نہیں ہے۔

سوال: امام حُسین علیہ السلام کے غم میں سیاہ لباس پہننے کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

سیاہ لباس کا پہننا شعائر حسینیہؑ میں شامل ہے اور یہ عمل مستحب راجح ہے۔ میں اللہ کا شکر بجا لاتا ہوں کہ میں اس پر عمل کرتا ہوں اور یکم محرم سے آٹھ ربیع الاول تک سیاہ لباس پہنتا ہوں اور اس کی دو وجوہات ہیں:

۱- احمد بن اسحاق کی روایت پر عمل کرتا ہوں۔

۲- اپنے سلف صالح علمائے دین کی پیروی کرتا ہوں۔

سوال: کیا باقی معصومینؑ کے ایام شہادت میں سیاہ لباس پہننا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

سیاہ لباس پہننا ویسے بھی جائز ہے اور جن احادیث میں اس سے ممانعت وارد ہوئی ہے تو اس ممانعت کا تعلق صرف اسی زمانہ سے تھا، باقی زمانوں سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ معصومینؑ کے ایام غم میں اس کے پہننے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔

زیارت امام حُسینؑ اور گناہوں کی بخشش

سوال: کیا زیارت امام حُسینؑ سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حُسین علیہ السلام کی زیارت گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے لیکن یہ بعنوان اقتضا ہے "علیت تامہ" نہیں ہے۔ اس کا اثر اس وقت ہو گا جب دوسرے شرائط کامل ہوں اور درمیان میں رکاوٹ نہ ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آگ کی فطرت میں جلانا ہے لیکن اس کے بھی شرائط ہیں۔ مثلاً جس جسم کو جلانا مطلوب ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ آگ کے قریب ہو اور وہ رطوبت سے بھی پاک ہو۔

سوال: امام مظلومؑ کی زیارات میں سے افضل ترین زیارت کون سی ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ایک زیارت کو دوسری زیارت پر فضیلت دینا انتہائی مشکل ہے۔ اگرچہ ایک قول یہ ہے کہ زیارتِ عاشورا سب سے افضل ہے اور یہی نظریہ دلائل کے بھی مطابق ہے۔

سوال: اگر نواصب کی طرف سے ایذارسانی کا خوف ہو تو کیا زیارت امام حُسینؑ پھر بھی مستحب ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

خطرات کے باوجود بھی آپؑ کی زیارت نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ جان کے ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

سوال: امام حُسینؑ کی زیارت افضل ہے؟ یا امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جن روایات میں امام ہشتمؑ کی زیارت کی افضلیت کو بیان کیا گیا ہے، ان میں افضلیت کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ہشتمؑ کی زیارت علی الاطلاق افضل نہیں ہے۔ یہ افضلیت کا حکم اس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے، جب امام علی رضاؑ کے زائرین بہت کم ہوا کرتے تھے کیونکہ اس دور میں راستے خطرناک تھے۔

اس کی گواہی علی بن مہز یار کی اس روایت سے ملتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا: کیا زیارت امام علی رضا علیہ السلام افضل ہے یا زیارت حضرت امام حُسین علیہ السلام افضل ہے؟

آپ نے جواب دیا: میرے بابا جان امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت افضل ہے کیونکہ امام حُسین علیہ السلام کی زیارت کو تو سب لوگ جاتے ہیں اور میرے والد کی زیارت کو انتہائی قلیل خواص شیعہ جاتے ہیں۔ اس کی مانند حضرت عبدالعظیم حسنیؒ سے مروی ہے کہ مَیں نے امام علی نقی علیہ السلام سے پوچھا: میں امام علی رضا علیہ السلام اور امام حُسین علیہ السلام کی زیارت کی افضلیت کے متعلق حیران ہوں، آپؑ کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا کہ یہاں ٹھہر جاؤ۔

آپؑ اندر گئے جب باہر آئے تو آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے اور آپؑ نے فرمایا: ابوعبداللہؑ کی قبر کی زیارت کرنے والے افراد زیادہ ہیں جبکہ طوس جا کر میرے والد کی قبر کی زیارت کرنے والے بہت کم ہیں۔

سوال: کیا خواتین بھی مردوں کی طرح پیدل چل کر اربعین کے لیے کربلا جاسکتی ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

بہت سی احادیث میں زیارتِ امام حُسین علیہ السلام کے لیے پیدل سفر کا بہت سا ثواب بیان کیا گیا ہے۔ ان احادیث میں عورتوں اور مردوں کی کوئی تفریق نہیں رکھی گئی۔ لہٰذا خواتین بھی مردوں کی طرح پیدل چل کر کربلا جا سکتی ہیں۔

آگ پر ماتم

سوال: کچھ دنوں سے لوگوں میں انگاروں پر ماتم کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ آپ کے متعلق یہ سنا گیا ہے کہ آپ اس کی اجازت دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہم نے جو کچھ سنا ہے کیا وہ سچ ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

فقہ کا قانون یہ ہے کہ ہر چیز مباح ہے، جب تک اس کی حُرمت کی کوئی نص نہ آ جائے۔ چونکہ یہاں ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے اس لیے یہ عمل جائز ہے۔ انگاروں پر چلنے سے عزاداروں کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور اس سے ان کے جلنے کا خطرہ بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو کچھ آپ نے سنا ہے وہ بالکل درست ہے۔

شبیہات کے جلوس

سوال: جنابِ عالی! ہم نے مجالس اور جلوسِ عزا کے لیے نوخیز جوانوں اور بچوں کو تربیت دی ہے چنانچہ ہماری محنت رنگ لائی۔ ہمارے تربیت یافتہ نوجوان اور بچے ہر مذہبی اجلاس میں پیش پیش رہتے ہیں۔

جنابِ عالی! جب ہم شبیہات کے جلوس نکالتے ہیں تو جلوس دیکھنے کے لیے خواتین سڑکوں اور گلیوں میں جمع ہو جاتی ہیں جبکہ سب نے شرعی حجاب کیا ہوا ہوتا ہے۔ ہم نے یہ بات مشاہدہ کی ہے کہ عورتیں بہت زیادہ گریہ و بکا کرتی ہیں۔ آپ

کی رائے اس کے متعلق کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ حضرات کو حضرت سیّد الشہداءؑ کی یہ خدمت مبارک ہو۔ آپ حضرات امر آلِ محمدؐ کو زندہ کرنے میں مصروف ہیں۔ اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہی آپ کو عطا کرے گا۔

حسینیؑ نعرے اور شعارات

سوال: جنابِ عالی! ''یالثارات الحسینؑ'' جیسے نعرے مسلمانوں کے نفوس پر کیا اثر ڈالتے ہیں؟

کچھ احباب کہتے ہیں کہ اس طرح کے نعرے نہیں لگانے چاہئیں کیونکہ اس سے شیعہ وسُنّی میں اختلافات پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

حسینیؑ شعارات کے مختلف اہداف ہیں اِن میں سے ایک ہدف یہ ہے کہ قاتلانِ حسینؑ اور ان کے فعل پر راضی ہونے والے افراد کے خلاف شیعوں میں انقلابی روح پھونکی جائے اور قاتلانِ حسینؑ پر نواصب کے علاوہ کوئی بھی راضی نہیں ہے۔ تمام شیعہ اور سنی برادران نواصب سے اپنی بیزاری کا اعلان کرتے ہیں لہٰذا ''یالثارات الحسینؑ'' کے نعرہ پر کوئی بھی سنی ناراض نہیں ہوسکتا البتہ جن نواصب کے دلوں میں امام حُسینؑ کا بغض بھرا ہوا ہے اور جن کے سینوں میں یزید بن معاویہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، وہ اس طرح کے نعروں پر اعتراض کرتے ہیں۔

عاشور کے دن شادی رچانا

سوال: جنابِ عالی! ایک شخص یہ کہتا ہے کہ محرم اور صفر میں شادی کی کہیں بھی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

میں اس کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیتا البتہ اگر اس طرح کی شادی سے امام حُسینؑ یا ان کے شعائر کی توہین ہوتی ہو تو یہ ہر قیمت پر ممنوع ہے۔ روایات اہلِ بیتؑ میں کہا گیا ہے کہ ہمارے شیعوں کی تخلیق ہماری بچی ہوئی طینت سے ہوئی ہے۔ وہ ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں اور غمی میں غمگین ہوتے ہیں۔

خدارا انصاف سے یہ بتائیں کہ جو شخص محرم و صفر کے ایامِ عزا میں شادی بیاہ کی فکر میں لگا ہوا ہو تو کیا ایسا شخص بھی محبِ اہلِ بیتؑ ہو سکتا ہے؟

فصلِ پنجم

زیارات امام حُسین علیہ السلام کے متعلق سوال و جواب

''حسینؑ وارثِ انبیاء ہیں'' کا مفہوم

سوال: جنابِ عالی! زیارت وارثہ میں حضرت امام حُسینؑ کو وارث آدمؑ، وارثِ نوحؑ اور وارثِ ابراہیمؑ کے عنوان سے سلام کیا گیا ہے۔

① سوال یہ ہے کہ جب تمام انبیاءؑ کو تمام تر فضیلت اسی گھرانے کے صدقہ میں حاصل ہوئی۔ مثلاً اگر آدم علیہ السلام کو صفوت ملی، اگر حضرت ابراہیمؑ اگر خُلت ملی تو وہ نبی اکرمؐ اور اہلِ بیتؑ کے صدقہ میں ملی تو پھر امام حُسینؑ اپنے گھر کی عطا کردہ اشیاء کے وارث بنے تو کیسے بنے؟

② اصول یہ ہے کہ مورث پہلے ہوتا ہے اور وارث بعد میں ہوتا ہے۔ امام حُسینؑ کا نُوران انبیاءؑ سے پہلے تھا۔ اب پہلے والا بعد والوں کا وارث بنا تو کیسے بنا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

لفظ وراثت کبھی انتقال کے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی مماثلت کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک بہت بڑا عالم دنیا سے رخصت ہو جائے اور اس وقت اس کے پایہ کا دوسرا عالم موجود ہو تو دوسرے عالم کے لیے کہا جاتا ہے کہ ''یہ اس کا وارث ہے'' یعنی اس کے مانند ہے۔

امام حُسینؑ پہلے معنیٰ میں وارث انبیاءؑ نہیں ہیں بلکہ آپؑ دوسرے معنیٰ میں وارث انبیاءؑ ہیں۔

''جسم'' اور ''جسد'' میں کیا فرق ہے؟

سوال: جنابِ عالی! حضرت امام حُسینؑ کی بعض زیارات میں ہمیں یہ جملے

دکھائی دیتے ہیں:

صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى اَرْوَاحِكُمْ وَعَلٰى اَجْسَادِكُمْ وَعَلٰى اَجْسَامِكُمْ...

میرا سوال یہ ہے کہ اجسام اور اجساد بظاہر مترادف المعنی نہیں ہیں، اس کے باوجود انھیں ایک دوسرے سے علیحدہ کیوں بیان کیا گیا ہے؟ اور اگر ان دونوں الفاظ کے معانی میں فرق ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

لفظ ''جسد'' کا اطلاق جس طرح بدن پر ہوتا ہے، اسی طرح لغوی طور پر اس کا اطلاق ''خون'' پر بھی ہوتا ہے۔

لفظ ''جسم'' کا اطلاق جہاں وجود مادی پر ہوتا ہے تو وہاں اس کا اطلاق وجود نُوری اور وجود مثالی پر بھی ہوتا ہے۔لہٰذا اس امر کا احتمال موجود ہے کہ ''اجساد'' سے مادی بدن مراد ہو اور ''اجسام'' سے نُوری اور مثالی جسم مراد ہو۔

یہ دونوں احتمال اس قابل ہیں کہ ان پر سلام کیا جائے۔

زمین خونِ حُسینؑ کی ضامن ہے تو کیسے؟

سوال: جنابِ عالی! ابن قولویہ قمی نے کامل الزیارات میں امام جعفر صادقؑ سے امام حُسینؑ کی ایک زیارت نقل کی ہے۔ جس میں آپؑ نے اپنے جدِّ مظلوم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وضمن الارض ومن علیھا دمك وثارك

''خدا نے زمین اور اس پر رہنے والوں کو آپؑ کے خون اور انتقام کا ضامن بنایا ہے''۔

اس حوالے سے مجھے دوسوال پوچھنا ہیں:

ا-''ضمن الارض ومن علیھا'' سے کیا مراد ہے؟

۲-''دمك و ثارك'' کیا یہ دونوں ایک ہی معنٰی نہیں دیتے؟

عجیب تر مرحلہ تو یہ ہے کہ روایات میں ملتا ہے کہ شہدائے کربلا کا تمام خون آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا اور عرش کے ساتھ اسے معلق کر دیا گیا تھا اور زمین پر اس کا ایک قطرہ بھی باقی نہیں رہنے دیا گیا تھا۔ جب اس خونِ پاک کا زمین پر ایک قطرہ تک باقی نہیں ہے تو یہ زمین خونِ حسینؑ کی ضامن ہے تو کیونکر ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

معلوم ہوتا ہے کہ تضمین سے مراد مسئولیت کا عائد کرنا ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے:

ضمن فلان فلانا قمة ماله الذی اتلغه

یہاں ضمّن سے مراد یہ ہے کہ اس کو مقروض بنایا۔

''دمك و ثارك'' ایک ہی چیز ہے اس میں ''واو'' عطف کے لیے نہیں بلکہ وضاحت کے لیے ہے۔

زیارتِ عاشورا میں جن پر لعنت کی گئی ہے؟

سوال: جنابِ عالی! زیارتِ عاشورا میں یہ الفاظ ہیں: ''خدایا! پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے پر لعنت بھیج یہ چار لعین کون ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

مذکورہ چار افراد کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بہتر ہے کہ زیارت پڑھنے والا اس قصد سے زیارت پڑھے کہ میں اُن ملاعین پر لعنت بھیج رہا ہوں، جن پر امام محمد باقرؑ

نے لعنت بھیجی تھی۔

سوال: ''ابنِ مرجانہ'' کون ہے؟

زیارتِ عاشورا میں ''ابنِ زیاد و ابنِ مرجانہ'' کے الفاظ موجود ہیں جبکہ ابنِ زیاد ہی ابن مرجانہ تھا۔ زیارت میں انھیں علیحدہ کیوں کیا گیا؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس سے عبیداللہ بن زیاد ہی مراد ہے۔ مقام تعریف میں عطف کبھی اظہارِ شرف کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً ''حسینؑ بن علیؑ، حسینؑ بن فاطمہؑ'' اور کبھی نسب کی پستی کے اظہار کے لیے ہوتا ہے مثلاً ''عبیداللہ بن زیاد و ابن مرجانہ''۔

اس طرح سے ابنِ زیاد کی پدری اور مادری ذلت کو بیان کیا گیا ہے۔

سوال: زیارتِ عاشورا میں چوتھے اور پانچویں سے کون مراد ہیں؟ اگر اس سے حاکم شام اور اس کا بیٹا مراد ہیں تو اسی زیارت میں ان کے نام کی تصریح موجود ہے پھر رابع اور خامس کے الفاظ سے کنایہ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

بظاہر اس سے حاکمِ شام اور اس کا بیٹا مراد ہے۔ زیارت میں ایک مرتبہ ان پر نام لے کر لعنت کی گئی ہے اور دوسری بار رابع اور خامس کے القاب سے لعنت کی گئی ہے تاکہ لعنت کے مفہوم میں تاکید پیدا کی جائے کیونکہ باپ نے امام حسنؑ کو زہر دلوائی تھی اور بیٹے نے امام حُسینؑ کو شہید کرایا تھا اور حرمت پیغمبرؐ کی توہین کی تھی۔

زیارتِ عاشورا کی صحت

سوال: جنابِ عالی! آج کل زیارتِ عاشورا اور اس کی سند پر اعتراض کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ کچھ افراد سرے سے اس زیارت اور اس کی سند کے

منکر ہیں اور کچھ ''معتدل مزاج'' افراد یہ کہتے ہیں کہ اگر زیارت صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس میں جو لعنت کی گئی ہے وہ ''ایجاد دہندہ'' ہے اور صحیح نہیں ہے، اس کا بجالانا حرام ہے۔اس سلسلہ میں آپ کی رائے کیا ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

زیارتِ عاشورا کی سند بالکل درست ہے اور اس میں کس طرح کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔اس میں جو لعنت کی گئی ہے، وہ بھی حدیث معتبر کے متن سے خارج نہیں ہے۔

سوال: کیا زیارتِ عاشورا کا متن اور سند صحیح ہے جبکہ ہمارے کچھ علماء اسے ضعیف قرار دیتے ہیں۔

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جی ہاں! اس زیارت کی سند اور متن دونوں ہی صحیح ہیں۔آج تک کسی محقق عالم نے اس زیارت کو ضعیف نہیں کہا۔الحمدللہ! میں روزانہ یہ زیارت پڑھتا ہوں اور مجھے یہ زیارت پڑھتے ہوئے پچاس برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ مجھے مرتے دم تک یہ زیارت پڑھنے کی توفیق دے۔

سوال: جنابِ عالی! زیارتِ جامعہ اور دعائے توسل کی سند کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

زیارتِ جامعہ کی سند معتبر ہے اور اس میں کسی طرح کا اشکال نہیں ہے۔ دعائے توسل ایک مشہور دعا ہے۔اس کی سند کی کمزوری اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ادلہ سنن میں تسامح ایک مشہور قاعدہ ہے۔

سوال: کیا زیارتِ عاشورا پر شک کرنے والے افراد کے لیے حقوقِ شرعیہ اور کنارات اور نذر وغیرہ دینا جائز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

ایسے افراد کے لیے حقوقِ شرعیہ کی ادائیگی صحیح نہیں ہے کیونکہ جس کا دین ہی شبہات سے محفوظ نہ ہو تو وہ حقوق اللہ کا امین نہیں بن سکتا۔

سوال: زیارتِ عاشورا میں لعنت کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

جنابِ عالی! کچھ دینی طالب علم لعنت کے جواز میں شک کرتے ہیں، اس لیے وہ زیارتِ عاشورا میں لعنت کے وُرود کا انکار کرتے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

قرآنِ کریم اور احادیث میں بہت سے گروہوں پر لعنت کی گئی ہے۔ مثلاً اہلِ بیتؑ سے جنگ کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اہلِ بیتؑ پر ظلم ڈھانے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اہلِ بیتؑ سے بغض وعناد رکھنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اہلِ بیتؑ کے عقیدہ اور طریقہ سے انحراف کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

اہلِ بیتؑ کو اذیت دینے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

جھوٹوں پر لعنت کی گئی ہے۔ بالخصوص خدا اور رسولِؐ خدا پر جھوٹ باندھنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔

شرابی پر لعنت کی گئی ہے۔ شراب بنانے والے، بیچنے والے اور پہنچانے والے پر لعنت کی گئی ہے اور جو ایسے دسترخوان پر بیٹھے جہاں شراب موجود ہو تو اس پر بھی لعنت کی گئی ہے۔ اسی طرح استمنا کرنے والے اور شطرنج کے کھلاڑی پر لعنت کی

گئی ہے۔

جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نکلے تو اس پر لعنت کی گئی ہے۔

الغرض قرآن وسنت میں بہت سے افعال قبیحہ بجالانے والوں پر لعنت کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں آیات واحادیث بہت زیادہ ہیں۔

سوال: کیا سو بار لعنت ضروری ہے، ایک بار پر اکتفا جائز نہیں ہے؟

زیارتِ عاشورا میں یہ الفاظ ہیں:

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ اَوَّلَ ظَالِمٍ ظَلَمَ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَ اٰخِرَ تَابِعٍ لَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ ۔ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْعِصَابَةَ الَّتِيْ جَاهَدَتِ الْحُسَيْنَ وَشَايَعَتْ وَبَايَعَتْ وَتَابَعَتْ عَلٰى قَتْلِهٖ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ جَمِيْعًا

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جب تک سو بار لعنت نہ کی جائے اس وقت تک زیارت کے اثرات مکمل نہ ہوں گے۔

ایک سو بار سلام اور لعنت کی تکرار

سوال: اگر کوئی شخص روزانہ زیارتِ عاشورا پڑھنا چاہے تو کیا وہ روزانہ سو بار سلام اور سو بار لعنت کرے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

جی ہاں! سو بار کا تکرار ضروری ہے۔ مَیں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اسے اپنا روزانہ کا عمل بنائیں، اس میں بہت سی بھلائی ہے۔

زیارتِ ناحیہ کی صحت

سوال: جنابِ عالی! کیا زیارتِ ناحیہ کی سند موجود ہے اور کیا وہ سند صحیح ہے۔ اگر بالفرض سند صحیح نہیں ہے تو کیا اس کا مضمون صحیح اور ثابت ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

''زیارتِ ناحیہ'' کے الفاظ کا اطلاق دو زیارتوں پر ہوتا ہے۔

پہلی زیارت تو وہ ہے جس سے امام حُسینؑ کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے اور وہ زیارت کتاب ''المزار الکبیر'' میں مرقوم ہے۔

واضح رہے کہ یہ کتاب زیارت معتبرہ کی اُمہات الکتب میں سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا تعلق ان مرویات سے ہے جنہیں علمائے اعلام نے بیان کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ اس کے کچھ فقرات پر اعتراض بھی کیے گئے ہیں مگر صحیح مؤقف یہ ہے کہ یہ معتبر ہے کیونکہ صاحب کتاب نے وضاحت کی ہے کہ یہ ایک دروازہ سے برآمد ہوئی تھی۔

دوسری زیارت ناحیہ وہ ہے جس میں شہداء کا نام لے کر ان پر سلام کیا گیا ہے اور ان کے قاتلوں پر لعنت کی گئی ہے۔ یہ زیارت معتبر زیارات میں سے ہے۔ بہت سے علماء نے اسی سے ہی شہدائے کربلا کے ناموں کا استفادہ کیا ہے اور شہدائے کربلا پر امام زمانہؑ نے اس زیارت میں سلام کیا ہے اور علماء نے اسے شہداء کے ناموں کی توثیق کی سب سے بڑی دستاویز قرار دیا ہے۔

فصلِ ششم

امام حُسین علیہ السلام کے چند کلمات کے متعلق سوال و جواب

دعائے عرفہ کے ایک جملہ کی وضاحت

سوال: جنابِ عالی! دعائے عرفہ میں ہمیں یہ الفاظ دکھائی دیتے ہیں کہ امام حُسینؑ نے اس دعا میں یہ الفاظ کہے تھے۔

متی غبت حتی تحتاج الیٰ دلیل یدل علیك؟

''خدایا! تو غائب ہی کب تھا کہ تیری پہچان کے لیے دلیل کی ضرورت پڑی ہو؟''

سوال یہ ہے کہ جب خدا کے لیے دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہے تو پھر کتب عقائد میں وجودِ الٰہی کے دلائل کیوں بیان کیے گئے ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

دعائے عرفہ کے اس فقرہ کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی معرفت فطریہ وتکوینیہ ہے۔

امام جعفر صادقؑ سے کسی نے کہا کہ مجھے رب کا ثبوت دیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے کبھی اپنی زندگی میں سمندری سفر بھی کیا ہے؟

اُس نے عرض کیا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: کیا کبھی ایسا موقع بھی آیا کہ دورانِ سفر کشتی ٹوٹ گئی ہو اور وہاں دوسری کشتی موجود نہ ہو اور تم تیر کر بھی نجات نہ پا سکتے ہو؟

اس نے جواب دیا۔ جی ہاں! ایک بار ایسا بھی ہوا تھا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کیا اس حالت میں تیرے دل میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ ایک ذات ایسی بھی ہے جو تجھے اس مصیبت سے بچا سکتی ہے؟

اس نے عرض کیا: جی ہاں! ایسا بھی ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ وہی اللہ ہے جو اُس وقت نجات دیتا ہے، جب کوئی نجات دہندہ نہیں ہوتا اور وہ اس وقت مدد کرتا ہے، جب کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

اس مکالمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کی معرفت فطری معرفت ہے لیکن بعض اوقات ایسی رکاوٹیں آ جاتی ہیں، جن کی وجہ سے انسان اس فطری معرفت کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

کل مولود یولد علی الفطرۃ واصا بواہ یھود انہ او ینصرانہ او یمجسانہ

''ہر پیدا ہونے والا فطرتِ (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں''۔

جب حجاب آ جائیں تو پھر حجابات کے غبار کو دُور کرنے کے لیے ادلہ اور براہین کی ضرورت پڑتی ہے۔

''اہلِ جذب'' کون ہیں؟

سوال: جنابِ عالی! دعائے عرفہ میں امام حُسین علیہ السلام سے منقول ہے:

اھل الجذب الیك

''مجھے اپنے اہلِ جذب میں قرار دے''۔

''اہلِ جذب'' کون ہیں؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس سے وہ لوگ مراد ہیں کہ خدا تک رسائی کے لیے جن کے راستوں کو خدا خود آسان بناتا ہے۔

''عبادك هؤلاء العصاة'' کون ہیں؟

سوال: جنابِ عالی! امام حُسین علیہ السلام نے اپنی دعا میں یہ کہا ہے:

اللهم انك ترى ما انا فيه من عبادك هؤلاء العصاة

''خدایا! تُو دیکھ رہا ہے کہ مَیں تیرے ان نافرمان بندوں میں گھرا ہوا ہوں''۔

سوال یہ ہے کہ اگر وہ نافرمان ہیں تو آپؑ نے انھیں ''بندگان خدا'' کیوں کہا جبکہ خدا کا بندہ وہ ہوتا ہے جو شیطان کی غلامی سے آزاد ہو۔ اور نافرمان (عاصی) وہ ہے جو شیطان کا پرستار ہو؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

امامؑ نے لفظ ''عباء'' فرمایا تو اس سے یہ مراد ہے کہ بندے خواہ کسی کی غلامی کیوں نہ کریں مگر وہ درحقیقت اللہ کی ملکیت ہیں اور اللہ کو ان پر وہ تسلط حاصل ہے جو ایک مالک کو اپنے مملوک پر حاصل ہوتا ہے۔ ہر مملوک اپنے حدوث و بقاء کے لیے مالک کا محتاج ہوتا ہے۔ اس مفہوم کے اعتبار سے عاصی بھی اللہ کا ہی عبد ہے لیکن ابلیسی اوامر پر عمل کرنے کی وجہ سے ابلیس کا غلام بن جاتا ہے۔

امام علیہ السلام کے گھر میں ناپسندیدہ اشیاء

سوال: جنابِ عالی! کچھ روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ امام حُسینؑ کے پاس آئے اور انھوں نے کہا: ''ہم آپ کے گھر میں ایسی چیزیں دیکھ رہے ہیں جن سے ہم کراہت کرتے ہیں''۔

''انھوں نے آپؑ کے گھر میں قالین اور غالیچے دیکھے تھے) امام علیہ السلام نے

فرمایا: ''جب ہم عورتوں سے شادی کرتے ہیں تو انھیں ان کا حق مہر ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے جو چاہتی ہیں خرید لیتی ہیں۔ ہمیں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا''۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ صحیح السند روایت ہے اور اس میں ناپسند کرنے کی کیا چیز ہے؟

جواب: باسمہ جلّت اسماؤہ:

اس روایت کی سند میں کچھ مجہول الحال راوی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ابوخالد زہدی مجہول راوی ہے۔

کراہت اور نفرت کا اظہار لوگوں نے اپنی زبان سے کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے تو اپنی زبان سے نفرت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس سے کراہت عرفی مراد ہے۔ کراہت اصطلاحی مراد نہیں ہے۔